ہفتہ واری جداریہ بنام تجلیات امجد میں شائع ہونے والے مقالات کا حسین مجموعہ
شمارہ نمبر ۴
تجلیات امجد
۶ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ
بموقع چوبیسواں ۲۴ عرس حضور شارح بخاری
ناشر امجدی مشن
طلبۂ گھوسی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ہفتہ واری جداریے بنام تجلیاتِ امجد میں شائع ہونے والے مقالات کا حسین مجموعہ

تجلیات امجد

شمارہ نمبر ۴

بموقع عرسِ حضور شارحِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بفیض روحانی

فقیہ اعظم ہند خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ
مفتی الشاہ حکیم **محمد امجد علی اعظمی** قدس سرہ العزیز
مصنف بہار شریعت

زیر سرپرستی

سلطان الاساتذہ ممتاز الفقہاء حضور محدث کبیر
حضرت علامہ **مفتی ضیاء المصطفی** قبلہ قادری
مدظلہ العالی سربراہ اعلیٰ طیبۃ العلماء جامعہ
امجدیہ رضویہ گھوسی

مرتبین:
محمد آصف امجدی
محمد مصطفی رضا امجدی
عمران احمد امجدی

تزئین کار:
عبد القادر، تفسیر رضا
ابو شحمہ قادری امجدی
ثاقب رضا امجدی

ناشر

امجدی مشن
طلبۂ گھوسی طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم النبیین

نام رسالہ : تجلیاتِ امجد شمارہ نمبر۴

مرتبین : محمد آصف امجدی، محمد مصطفٰی رضا امجدی، عمران احمد امجدی

کمپوزنگ : عبد القادر امجدی

ٹائیٹل : محمد ابو شحمہ قادری امجدی

صفحہ : ۱۳۰

سن اشاعت : بموقع ۲۴/واں عرس حضور شارح بخاری صفر المظفر ۱۴۴۵ھ
24 AUGUST 2023

قیمت : آپ کا مطالعہ

ناشر : امجدی مشن طلبۂ گھوسی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

آئینۂ تجلیاتِ امجد شمارہ نمبر ۴

اسلامیات

تحقیقات

شخصیات

فضائل و فوائد

مناقب

نوٹ: اگر کوئی خامیاں نظر آئے تو اطلاع کریں!

حافظ محمد آصف امجدی 8960740985

عبدالقادر امجدی 9616937216

ابو شحمہ قادری امجدی 9889835026

دعائیہ کلمات

نبیرۂ حضور صدر الشریعہ، خلیفۂ حضور تاج الشریعہ، قاضئ شہر ممبئی و تھانہ، مفتی اعظم مہاراشٹر، حضرت علامہ

مفتی محمود اختر القادری

صاحب قبلہ مدظلہ العالی خطیب و امام کنارہ مسجد حاجی علی (ممبئی)

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ

صدق اللہ مولانا العظیم و بلغنا رسولہ النبی الکریم و نحن علی ذلک لمن الشاہدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین۔

اس بات سے مجھے بڑی مسرت ہوئی کہ جامعہ امجدیہ رضویہ کے گھوسی کے طلبا اور گھوسی کے فارغین نے امجدی مشن قائم کیا ہے، اور اس مشن کے تحت وہ مسلک حق، مسلک اہلسنت جسے پہچان کے لیے اس زمانے میں مسلک اعلیٰ حضرت کہتے ہیں، اسی مسلک حق کی ترویج و اشاعت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ خصوصاً تحریری طور پر مسلک کی خدمات انجام دینے کے لیے یہ رسالہ بنام **تجلیاتِ امجد** اس مشن کی جانب سے شائع ہوتا ہے، مہینے اور مواقع کے لحاظ سے اس میں مضامین تحریر کیے جاتے ہیں۔ ان کا یہ عمل لائق تحسین ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی خدمات قبول فرمائے اور مزید ان کی خدمات میں اضافہ فرمائے اور ہر سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو اللہ تعالیٰ مسلک حق، مسلک اہلسنت اس دور میں جسے پہچان کے لیے مسلک اعلیٰ حضرت کہتے ہیں اس پر مضبوطی سے گامزن فرمائے اور اسی مسلک کی خدمات کی ہر ایک کو

توفیق عطا فرمائے۔ رب قدیر اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں ہم سب کے حق میں ، ادارے کے حق میں اور اس امجدی مشن کے حق میں جو بہتر ہے وہ غیب سے ظاہر فرمائے اور ان کی مدد و نصرت فرمائے ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم وعلی آلہ و اصحابہ و ذریاتہ اجمعین۔

محمود اختر القادری

کنارہ مسجد حاجی علی (ممبئی)

۳ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ

مطابق ۲۱ اگست ۲۰۲۳ء بروز پیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

اسلامیات

- (۲) مصطفےٰ جان رحمت کا خلق عظیم
- (۳) عظمت اہل بیت
- (۴) فضائل حسنین کریمین
- (۵) اعلیٰ حضرت کا عشق رسول

مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کا خلقِ عظیم

محمد ثاقب امجدی گھوسی
طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

اللہ رب العزت کے بعد سب سے بزرگ و برتر ذات مبارک ،حبیب کبریا ، امام الانبیا ، باعثِ تخلیق دو جہاں ،خیر البشر، محسنِ کائنات معلم کائنات جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

آپ کی شان بہت سے مقالات اور مضامین لکھے گئے اور لکھے جارہے ہیں۔اور صبحِ قیامت تک لکھے جاتے جائیں گے۔ شعرا نے قصائد اور نعتوں کے ذریعہ آپ سے محبت سے اظہار کیا ، مگر سچ اور حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا اور حق ادا بھی کیسے ہو؟ اس لئے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت خداوند کریم کا ایسا عطیہ ہے جو انسان کی عقل سے ماورا ہے ۔ہر رائٹر کو اخیر میں آکر یہی کہنا پڑتا ہے

لا یمکن الثناء کما کان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصه

آپ کے اوصافِ جمیلہ ، آپ کے خلقِ عظیم ، حسنِ کردار کا تذکرہ قرآن کریم نے بڑی تفصیل کے ساتھ کیا ہے اور آپ کے اخلاق کو عظیم فرمایا ،اور فرمایا:۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم

اور بیشک تم یقینا عظیم اَخلاق پر ہو۔

(القلم : ۴)

معلوم ہوا کہ کوئی بھی حضور کے اخلاق اور اوصاف کو کما حقہ بیان نہیں کر سکتا۔
اس لئے کہ آپ عظیم ہیں۔ اور دنیا کی تمام نعمتیں قلیل ہیں فرمان الٰہی ہے۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْل

دنیا کا مال و متاع قلیل ہے۔

(النساء، ۷۷)

اس کے باوجود کوئی شخص دنیا کی نعمتیں شمار نہیں کر سکتا اس لئے کہ دوسرے مقام پہ رب نے فرمایا:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

تم ہماری دی ہوئی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے

(النحل ۱۸)

جب قلیل کو شمار کرنا ممکن ہی نہیں تو جسے رب تعالیٰ نے عظیم فرمایا اس کے اوصاف کو شمار کرنا کس کے بس میں ہے۔ اور حضور اکرم صل اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں

بُعِثْتُ لأتمم مكارم الاخلاق

میں اَخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

انبیائے سابقین علیہم السلام میں سے ہر ایک حسن اخلاق کی ایک نوع سے مختص تھے مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس حسنِ اخلاق کے تمام انواع کی جامع تھی۔

اور حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: اے اُمُّ المؤمنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے اَخلاق کے بارے میں بتائیے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا قرآن نہیں پڑھتے میں کہا کیو نہیں فرمایا قرآن ہی تو آقا صل اللہ علیہ وسلم کا خُلق ہے۔ کتب سابقہ الہامیہ میں جو آداب و فضائل و اوصاف حمیدہ مذکور تھے قرآن مجید ان سب کا جامع ہے۔ ارشادِ صدیقہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس قدر محامد اخلاق مذکور ہیں وہ سب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں پائے جاتے تھے۔

غرض دیگر کمالات کی طرح محاسن اخلاق میں بھی آپ کا مرتبہ دیگر انبیائے کرام علیہمُ السلام سے بڑھا ہوا ہے۔ صاحب قصیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں۔

فَاقَ النَّبِيِّنَ فِي خَلْقٍ وَفِي خُلُقٍ وَلَمْ يُدَانُوهُ فِي عِلْمٍ وَلا كَرَمِ

لے گیا فوق انبیاءپر خَلق میں اور خُلق میں ، کس میں تھا اس کا علم اور کس میں میں اس کا سا کرَم۔

علامہ عبد المصطفٰی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں حضور" نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ محاسنِ اَخلاق کے تمام گوشوں کے جامع تھے۔ یعنی حِلم و عفُو ، رحم و کرم ، عدل و انصاف ، جود و سخا ، ایثار و قربانی ، مہمان نوازی ، عدمِ تشدُّد ، شجاعت ، ایفائی عہد ، حسنِ معاملہ ، صبر و قناعت ، نرم گفتاری ، خوش روئی ، ملنساری ، مساوات ، غمخواری ، سادگی و بے تکلّفی ، تواضع واِنکساری اور حیاداری کی اتنی بلند منزلوں پر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فائز و سرفراز ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک جملے میں اس کی صحیح تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ

یعنی تعلیماتِ قرآن پر پورا پورا عمل اور یہی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اَخلاق تھے۔
(سیرتِ مصطفٰی)

اور علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں : رسولِ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اَخلاق تمام اَخلاقی اچھائیوں کا جامع ہے اور اللہ تعالٰی نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ وَالسَّلَام کا شکر ، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ وَالسَّلَام کا اخلاص ، حضرت اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ وَالسَّلَام کے وعدے کی سچائی ،حضرت یعقوب اور حضرت ایوب عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃ وَالسَّلَام کا صبر، حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ وَالسَّلَام کا عذر ،حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃ وَالسَّلَام کی عاجزی اور ان کے علاوہ تمام انبیاء عَلَیْہِمِ الصَّلٰوۃ وَالسَّلَام کے اَخلاق عطا فرمائے

اور یہ وہ مقام ہے جو تمام انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃ وَالسَّلَام میں سے صرف سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہ تعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا ہوا ہے۔

(روح البیان)

عظمت اہل بیت

محمد عدنان رضا امجدی گھوسی
جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو

اہل بیت کا مطلب ہے نبی آخرالزمان ﷺ کے گھرانے والے۔ آسانی کے لئے مختصر لفظوں میں صرف "اہل ''بیت کہا جاتا ہے۔" اہل بیت '' کا اطلاق کن نفوس قدسیہ پہ ہوتا ہے اس سلسلے میں علماء و مشائخ کی رائیں مختلف ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ اہل بیت سے مراد سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں، جن کو اہل بیت مسکن کہتے ہیں یعنی کہ جو گھر والیاں ہوتی ہیں، دوسرے نمبر پر فرمایا: اہل بیت سے مراد وہ اہل بیت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پیدا ہوئے جس کو اہل بیت ولادت کہتے ہیں، اہل بیت کی ایک اور قسم بھی ہے جس کو اہل بیت نسب کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندان اقدس میں وہ احباب جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا اور جن پر زکوٰۃ حرام ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم گھرانے کی پاکی اور صفائی قرآن شریف نے خود بیان کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَكُمْ تَطْھِیْرًا

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والوں کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔ (الاحزاب آیت: ۳۳)

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جو افراد عطا کیے وہ دنیا کے سب سے عظیم لوگ ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنتی بیویاں ہیں وہ تمام مؤمنوں کی مائیں ہیں اُمہات المؤمنین ہیں ، سب سے عظیم مائیں ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنتی اولادیں ہیں وہ دنیا کی سب سے عظیم اولادیں ہیں ،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندان کو جو شرف حاصل ہے وہ دنیا کی کسی خاندان کو حاصل نہیں

اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے۔

قُلْ لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰىؕ

(ترجمہ) اے محبوب آپ فرما دیں کہ میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر یہ کہ تم میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

ایک حدیث میں ہے۔

من مات علی حب آل محمد مات شهيدا

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی محبت میں انتقال کر گیا اسے شہید کا مقام عطا کیا جاتا ہے:

الا ان مثل اہل بیت کمثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلف عنها حلک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں آگاہ ہو جاؤ میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو

اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو ان سے دور ہوا ہلاک ہو گیا۔
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی عظمت و شان ،اس قدر بلند ہے کہ جو اُن کو تھام کر رکھے گا نجات پا جائیگا اور جو اُن سے جدا ہوگا یا ان کی شان میں ادنی سی بھی گستاخی کریگا ہلاک ہو جائیگا۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک میں دو لوگ ایسے ہیں جنھیں تمام جنّتی مردوں کا سردار کہا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام حسن حسین رکھا۔
فرماتے ہیں : یہ جنت کے ناموں میں سے ہیں، ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اکثر امام حسین رضی اللہ عنہ کو سونگھتے تھے اور فرماتے تھے یہ دونوں میرے لیے جنت کے ریحان پھولوں میں سے ہیں ۔جنت کے جس طرح ریحان پھول ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے حسن و حسین کو جنت کے پھولوں کی طرح خوشبودار بنایا ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں فرماتے ہیں:

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

برا ہو اُن ظالموں کا جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پیارے پھولوں کو نوچ دیا اور انہیں بکھیر دیا اسی کو بریلی کے امام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں اپنے سلام میں فرماتے ہیں

کتنے مہکے ہوئے ہیں مدینے کے پھول کربلا تیری قسمت پے لکھو سلام۔

فضائل حسنین کریمین

محمد ابو شحمہ امجدی گھوسی
طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

آپ کا اسم مبارک حسن اور کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ رمضان المبارک ۳ ہجری سہ شنبہ کے روز ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے باہر تشریف لائے تو ایک غلام نے دیکھ کر عرض کی:

نِعۡمَ الۡمَرۡکَبُ رَکِبۡتَ یَا غُلَامُ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ وَنِعۡمَ الرَّاکِبُ

اے شہزادے جس سواری پر توں سوار ہے وہ کتنی اچھی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار بھی تو اچھا ہے۔

(ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۵۷۱)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی تعالی علیہ والہ وسلم ممبر پر تشریف فرماہیں اور امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے، کبھی اپنے نواسے کو ملاحظہ فرماتے اور ارشاد فرماتے:

اِنَّ ابۡنِیۡ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ اَنۡ یُّصۡلِحَ بِہٖ بَیۡنَ فِئَتَیۡنِ عَظِیۡمَتَیۡنِ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ

یعنی میرا یہ بیٹا سردار ہے۔اللہ پاک اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرادے گا۔

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۴

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے بعد جب امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ مسلمانوں کے اتفاق سے خلیفہ بنے تو اہل کوفہ نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ لیکن اس وقت کے کچھ دشمنانِ اہل بیت نے عترتِ رسول کے متعلق شرمناک اور توہین آمیز روش اختیار کر لی۔ چنانچہ ایسے حالات پیدا کر دیے گئے کہ قریب تھا کہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان ایسی خطرناک جنگ چھڑ جائے کہ جس سے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کا قتل عام ہو بلکہ اسلام کی بنیادوں کو بھی نقصان پہنچے۔

چنانچہ انہیں خطرناک حالات کے پیش نظر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ نے چھ ماہ اور چند دن کے بعد بڑی ہی حکمت عملی حسن تدبّر سے کام لیتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے چند شرطوں پر صلح کر لی۔اور اپنے نانا جان کے علم غیب پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سال پہلے ہی فرما دیا تھا کہ اللہ پاک اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ

آپ کا اس میں مبارک حسین اور کنیت ابو عبداللہ ہے آپ کی ولادت با سعادت ٥ شعبان المعظم سن ٤ ہجری کو مدینۃ المنورہ میں ہوئی ۔

عَنْ اُمِّ الفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثْ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ رَأَیْتُ حُلْمًا مُنْکِراً اَللَیْلَۃً

حضرت ام فضل رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج رات میں نے ایک بہت خوفناک خواب دیکھا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا خواب ہے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ بہت بھیانک ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا ہے تو حضرت

ام فضل نے عرض کی: کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسم اقدس کا ٹکڑا میری آغوش میں رکھا گیا ہے تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اچھا خواب دیکھا ہے ان شاءاللہ میری بیٹی فاطمہ کے گھر لڑکا پیدا ہوگا۔ اور پھر ام فضل فرماتی ہیں کہ واقعی سیدہ فاطمہ کے گھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ پیدا ہوئے اور وہ میری آغوش میں آئے۔

(ابن ماجہ شریف صفحہ ۲۸۹ / مشکوۃ شریف صفحہ ۵۷۲)

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما کے فضائل و مناقب تو بے شمار ہیں۔

چنانچہ شاح بخاری امام بدرالدین عینی حنفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فَضَائِلُهُمَا لَا تُعَدُّ وَ مَنَاقِبُهُمَا لَا تُحَدُّ

یعنی حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنھما کہ نہ تو فضائل کا کوئی شمار ہے اور نہ ہی ان کے مناقب کی کوئی حدو انتہا ہے۔

(عمدۃالقاری شرح صحیح البخاری ۱۶/۳۵۸)

اور اللہ تعالی نے ان دونوں حضرات یعنی حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنھما کو یہ شرف بخشا ہے کہ ان کے ذریعے نسلِ مصطفی اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ چلا ہے اور آج دنیا میں موجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل یعنی سید حضرات یا تو حسنی ہیں یا حسینی ہیں ۔

ویسے تو احادیث مبارکہ میں حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کے فضائل کا بیان الگ الگ بھی ملتا ہے لیکن اکثر مقامات پر ان کے فضائل و مناقب کا بیان ایک ساتھ ملتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ علماء اور شارحین حدیث نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اکثر فضائل میں یہ دونوں ہستیاں باہم شریک ہیں۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ الْحَسَنُ اَشْبَهُ بِرَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَا بَيْنَ اِلٰى الصَّدْرِ الرَّاسِ وَالْحُسَيْنُ اَشْبَهُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذَالِكَ

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ سینے سے لیکر سر تک بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینے سے لیکر پاؤں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

(ترمذی شریف جلد ۲/_ مشکوۃ شریف صفحہ ۵۱۷)

گویا دونوں کو کھڑا کرو تو مکمل شبیہہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی وجہ تھی کہ حضور کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ اکرام کا جب بھی دل چاہتا دونوں شہزادوں کو کھڑا کرکے نظارۂ مصطفیٰ کر لیتے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کام کیلئے حاضر ہوا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔

وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى شَيْءٍ لَا اَدْرِيْ مَا هُوَ

اور آپ چادر میں کوئی چیز لپیٹے ہوئے تھے جسے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز تھی اور جب میں اپنے کام سے فارغ ھوگیا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چادر میں کیا لپٹا ہوا ہے۔

فَكَشَفَهُ فَاِذَا لْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ

پس آپ نے چادر اٹھائی تو اندر سے حسن و حسین رضی اللہ تعالی عنہما نکلے اور پھر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری بیٹی کے بیٹے ہیں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا

کہ اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان سے محبت رکھتا ہے تو اس سے بھی محبت رکھ۔

(ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۸ / مشکوۃ شریف صفحہ ۵۷۰)

اعلیٰ حضرت کا عشق رسول

فیض رضا امجدی گھوسی
طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام بن محمد غزالی رحمۃاللہ علیہ محبت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: طبیعت کا کسی لذیذ شی کی طرف مائل ہو جانا " محبت " کہلاتا ہے۔اور جب یہ میلان قوی اور پختہ (یعنی بہت شدید) ہو جائے تو اسے "عشق" کہتے ہیں۔ یعنی کسی پسندیدہ چیز کی طرف تعلق قائم ہو جانا محبت کہلاتا ہے اور جب وہی تعلق شدت اختیار کر جائے تو اسے عشق کہتے ہیں۔

جبکہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت اور عشق کا مطلب یہ ہے کہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری والے کام کئے جائیں۔

عشق رسول ﷺ کے فوائد

سچا عاشق رسول وہی ہے جو دنیا کی محبت سے پیچھا چھڑا کر اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں زندگی بسر کرتا ہے اور ضرورت سے زیادہ دنیا کے پیچھے نہیں جاتا۔جو لوگ عشق مصطفی کو دنیا کی مرغوب چیزوں پر ترجیح دیتے ہیں، انہیں یہ عظیم الشان انعامات حاصل ہوتے ہیں:

- (۱) اللہ عزوجل ایسے لوگوں کے دلوں میں ایمان راسخ کر دیتا ہے۔
- (۲) ان کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔
- (۳) اللہ عزوجل حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے ایسے لوگوں کی

مدد فرماتا ہے ۔

• (٤) انہیں ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں داخل فرمائے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

• (٥) سب سے بڑی خوشخبری یہ کہ اللہ عزوجل ان سے راضی ہوتا ہے ۔

کہنے کو تو ہر شخص دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ سے سچا عشق ہے لیکن یاد رکھیے عشق و محبت کی کئی نشانی اور کچھ علامتیں ہوتی ہیں۔ اگر کسی میں وہ نشانیاں پائی جائیں تو سمجھ لیجیے کہ وہ سچا عاشق ہے۔ آیئے ذرا دیکھیں کہ نبی پاک ﷺ سے عشق و محبت کی کون کون سی علامتیں اور نشانیاں ہیں ۔ اور ان میں سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ میں کتنی ملتی ہیں۔

محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ مُحِب کو اپنے محبوب کو دیکھے بغیر چین نہیں آتا۔عاشق رسول امام احمد رضا خان بھی اپنے محبوب کے دیدار کے لیے تڑپ رہے ہیں ۔

دوسری مرتبہ جب زیارت حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے تو شوق دیدار میں مواجہہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر روتے ہوئے درود و سلام پیش کرتے ہیں یہ امید لگائے کھڑے رہے کہ آج حضور ﷺ ضرور نگاہ کرم فرمائیں گے اور اپنی زیارت سے ضرور مشرف فرمائیں گے۔ لیکن اس شب زیارت نہ ہو سکی، آپ کا دل بہت ٹوٹا اور اسی ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ ایک نعت نبی ﷺ آپ نے لکھی اور اسی نعت کے مقطع میں اپنی قلبی آرزو پوری نہ ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑے عجز و انکسار کے ساتھ درد بھرے انداز میں کہا :

کوئی کیوں پوچھے تری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ نعت لکھ کر مواجہہ شریف میں دست بستہ کھڑے رہے، آقا ﷺ کو اپنے عاشق کی ءہ دل شکستگی گوارا نہ ہوئی پھر کرم فرمایا اور ایسا کرم فرمایا کہ عالمِ خواب میں نہیں بلکہ عالم مشاہدہ میں بچشم در بیداری کی حالت میں اسی رات اپنی زیارت سے مشرف فرمایا اس طرح اس دل بے قرار کو چین آتا چلا گیا۔

عشق و محبت کا ایک تقاضا ادب و احترام بھی ہوتا ہے ۔محب نہ صرف اپنے محبوب کی تعظیم و تکریم کرتا ہے بلکہ محبوب کو جس چیز سے ادنٰی سی نسبت اور تعلق ہو جائے محب کے لیے وہ شی بھی لائق صد احترام ہو جاتی ہے ۔

ذرا دیکھیے حضور ﷺ کے سچے عشاق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ادب و احترام کی کیسی کیسی مثالیں قائم فرمائیں ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ کا سر مونڈنے والا بال مونڈتا تو صحابہ کرام آپ ﷺ کے چاروں طرف کھڑے ہو جاتے تھے ۔اور وہ چاہتے تھے کہ حضور ﷺ کا کوئی بال مبارک ان کے ہاتھوں کے سوا کسی اور جگہ نہ گرنے پائے ۔ سبحان اللہ

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کا ایک بال مبارک ایک صحابی کے پاس دیکھا کہ وہ سرخ تھا۔ میں نے اس کے سرخ ہونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس کو خوشبو لگا کر رکھتے

ہیں اس لیے اس خوشبو کی وجہ سے سرخ ہو گیا ہے ۔
سبحان اللہ

معلوم ہوا کہ محبوب سے جس شی کی نسبت ہو جائے عاشق اس کا ادب و احترام کرتے ہیں ۔آیئے ذرا دیکھیں کہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ اپنے محبوب سے تعلق رکھنے والی چیزوں کا کس طرح ادب و احترام کرتے تھے ۔ سب سے پہلے مدینہ منورہ کو لیجیے اس عاشق کی نظر میں محبوب سے تعلق اور نسبت کی بنا پر اس پاک سر زمین کا یہ مقام تھا:

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

واروں قدم قدم پہ کہ ہر دم ہے جان نو
یہ راہ جاں فزا مرے مولا کے در کی ہے

محبوب کا شہر تو عظیم ہے اس شہر سے آنے والے مسافروں کی تعظیم کا حال ملاحظہ فرمائیں:

اگر کوئی شخص حج کر کے واپس آتا تو آپ سب سے پہلے اس سے یہ پوچھتے کہ مدینہ شریف حاضری دی یا نہیں؟ اگر وہ ہاں کر دیتا تو فوراً اس کی تعظیم کے لیے اٹھ کر اس کے قدم چوم لیا کرتے تھے ۔ کہ یہ وہ پیارے قدم ہیں جو میرے پیارے محبوب کے پیارے سر زمین کو چھو کر آئے ہیں ۔ اگر کوئی نفی میں

جواب دیتا تو پھر اس کی طرف کوئی التفات نہیں فرماتے تھے۔

میرے آقا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ عشقِ مصطفیٰ کا سراپا نمونہ تھے۔آپ کا نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" اس امر کا شاہد ہے آپ کے قلم بلکہ قلب کی گہرائی سے نکلا ہوا ہر مصرع مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے آپ کی بے پایاں عقیدت و محبت سے لبریز ہے۔ آپ نے کبھی کسی دنیوی تاجدار کی مدح سرائی میں قصیدہ نہیں لکھا، اس لیے کہ آپ نے تاجدارِ مدینہ ﷺ کی اطاعت و غلامی کو دل سے قبول کر لیا تھا۔ ایک مرتبہ نان پارہ (ضلع بہرائچ یوپی) کے نواب کی مدح میں شعرا نے قصائد لکھے کچھ لوگوں نے آپ سے بھی گزارش کی کہ آپ بھی نواب صاحب کی مدح میں قصیدہ لکھ دیں۔آپ نے اس کے جواب میں ایک نعت شریف لکھی جس کا مطلع یہ ہے۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اور مقطع میں نان پارہ کی بندش کتنے لطیف اشارے سے ادا کرتے ہیں۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین "پارۂ ناں" نہیں

یعنی فرماتے ہیں کہ میں اہل ثروت کی مدح سرائی کیوں کروں! میں تو اپنے آقائے کریم، رؤف و رحیم افضل الصلاۃ والتسلیم کے در کا فقیر ہوں۔ میرا دین پارۂ ناں (روٹی کا ٹکڑا) نہیں جس کے لیے مالداروں کی خوشامد کرتا پھروں۔

رب تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سب کے دلوں میں اپنی اور اپنے محبوب ﷺ کی محبت کا چراغ روشن فرما اور تمام بزرگانِ دین

باالخصوص امام اہل سنت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات سے بہرہ مند فرمائے ۔

آمین ثم آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامین ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

تحقیقات

- (۶) اعلی حضرت کی سائنسی خدمات کا ایک نمونہ
- (۷) جنگ آزادی میں علمائے اہل سنت کا کردار

اعلی حضرت کی سائنسی خدمات کاایک نمونہ

محمد مصطفےٰ رضا امجدی گھوسی
جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو

امام اہل سنت، مجدد دین و ملت، امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ کا شمار ان باکمال شخصیات میں کیا جاتا ہے جن کا علمی طنطنہ پورے عالم اسلام میں پھیلا ہوا ہے اور ان شاء اللہ صبح قیامت تک ان معزز نفوس عالیہ کا علمی ڈنکا بجتا ہی رہے گا۔

اعلی حضرت علم و حکمت کی ایسی عبقری شخصیت کہ جن کا پرچم ناز دنیا کے بیشتر میدان علم و فن میں پوری عظمت و تمکنت کے ساتھ لہراتا ہوا آپ کے اوج ثریا پہ فائز ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ علم قرآن ہو کہ علم حدیث، علم فقہ ہو کہ علم کلام؛ حتی کہ علم ریاضی و سائنس میں بھی آپ صاحب علم و فضل نے جلوے بکھیرے ہیں۔ آپ کو 100 سے زائد علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی۔

علم سائنس میں آپ کی مہارت پر آپ کی تصنیفات شاہد عدل ہیں۔ آپ نے اپنی سائنسی تصنیفات کے ذریعے ہمیں مغربی نکتۂ فکر کی غلامی سے آزاد کر اسلامی نظریۂ حقیقی کی طرف مائل کیا ہے۔ ذیل میں ہم اعلی حضرت کی چند مشہور زمانہ سائنسی تصنیفات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) فوز مبین در رد حرکت زمین

یہ رسالہ آپ نے حرکت زمین کے رد میں ایک مقدمہ، چار فصلوں

اور ایک خاتمہ پر مشتمل ۱۳۳۸ھ میں تحریر تصنیف فرمایا اور ۱۰۵ دلائل قاہرہ سے حرکت زمین کا رد بلیغ کیا اور خود اپنی اس تصنیف جلیل کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں: " مقدمہ میں مقررات ہیئت جدیدہ کا بیان جن سے اس رسالے میں کام لیا جائے گا۔ فصل اول میں نافریت پر بحث اور اس سے ابطال حرکت زمین پر ۱۲ دلیلیں۔ فصل دوم میں جاذبیت پر کلام اور اس سے ابطال حرکت زمین پر ۵۰ دلیلیں۔ فصل سوم میں خود حرکت زمین کے ابطال پر اور ۴۳ دلیلیں یہ بحدہ تعالی بطلان حرکت زمین پر ۱۰۵ دلیلیں ہوئیں جن میں پندرہ اگلی کتابوں کی ہیں جن کی ہم نے اصلاح و تصحیح کی اور پورے ۹۰ دلائل نہایت روشن و کامل بفضلہ تعالی خاص ہماری ایجاد ہیں۔ فصل چہارم میں ان شبہات کا رد جو ہیئت جدیدہ اثبات حرکت زمین میں پیش کرتی ہے۔ خاتمہ میں کتب الٰہیہ سے گردش آفتاب و سکون زمین کا ثبوت و الحمد للہ المالک الملک و الملکوت۔"

(فوز مبین در رد حرکت زمین، ص:۳)

(۲) الکشف الشافیہ حکم فونوجرافیا

مفکر اسلام سیدنا اعلی حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ و الرضوان نے یہ رسالہ ۱۳۲۸ھ میں تحریر فرمایا۔

"ڈاکٹر محمد مالک" اپنی کتاب "اعلی حضرت اور علم صوتیات" میں لکھتے ہیں: " اس رسالے میں ابتداً فوٹو گرافی اور فونو گرافی کا فرق

ظاہر کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ فوٹو گرافی کی تصویر محض ایک مثال اور شبیہ ہے جبکہ اس آلہ میں بھری گئی آواز بعینہ وہی ہے۔

مفکر اسلام نے مزید وضاحت کرتے ہوئے اس رسالے دو مقدمے قائم فرمائے ہیں۔

مقدمۂ اولی: میں درجہ ذیل عنوانات کے تحت تفصیلا علمی و تحقیقی بحث فرمائی ہے۔

(١) آواز کیا چیز ہے؟ (٢) کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ (٣) کیونکر سننے میں آتی ہے؟ (٤) اپنے ذریعۂ حدوث کے بعد بھی باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہو جاتی ہے؟ (٥) کان کے باہر موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے؟ (٦) آواز کنندہ کی طرف اس کی اضافت کیسی ہے وہ اس کی صفت ہے یا کسی چیز کی؟ (٧) اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں؟

مقدمۂ ثانی: میں درجہ ذیل پر

(١) وجود فی الاعیان

(٢) وجود فی الاذہان

(٣) وجود فی العبارت

(٤) وجود فی الکتابت۔"

(امام احمد رضا اور علم صوتیات، ص: ١٧، ١٨)

(۳) الکلمة الملهمة فی الحکمة المحکمة

یہ رسال ۱۹۱۹ء کو معرض وجود میں آیا، اس کی وجہ تالیف اعلی

حضرت ہی کی قلم سے ملاحظہ کریں " اس کی تقریب یوں ہوئی کہ ۱۸ صفر ۱۳۳۸ ھ کو ولد اعز مولنا مولوی محمد ظفر الدین بہاری اعلی مدرس عالیہ شہسرام جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین نے ایک سوال بھیجا کہ امریکہ کے کسی مہندس نے دعوی کیا ہے کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ ء کو اجتماع سیارات کے سبب آفتاب میں اتنا بڑا داغ پڑے گا کہ اس کے باعث زلزلے آئیں گے، طوفان شدید آئے گا، ممالک برباد کر دیے جائیں گے، یہ ہوگا وہ ہوگا، غرض قیامت کا نمونہ بتایا تھا، یہ صحیح ہے یا غلط؟ اس کا جواب چند ورق پر دے دیا گیا کہ یہ محض اباطیل اور بے اصل ہیں، نہ وہ اجتماع سیارات اس تاریخ کو ہوگا جس کا وہ مدعی ہے، نہ جاذبیت کوئی حقیقت رکھتی ہے۔

اس کے ضمن میں بعض دلائل رد حرکت زمین کے لکھے جب انہیں انہیں طویل ہوتا دیکھا جدا کر لیے اور رد فلسفۂ جدیدہ میں بعونہ تعالی کافل کتاب "فوز مبین" لکھی اس کے تذئیل نے رد فلسفۂ قدیمہ کی تقریب کی جسے اس سے جدا کر کے بحمدہ تعالی یہ کتاب "الکلمۃ الملھمۃ" تیار "ہوئی۔ (الکلمۃ الملھمۃ)

(٤) الصمصام علی مشکک آیۃ الارحام

ایکسرے مشین کے موجد جرمن سائنس دان کو اس کی ایجاد پر ۱۹۰۱ء میں نوبل پرائز دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے یہ ایجاد تھی۔ اب اس میں مزید اصلاح کے بعد الٹراساؤنڈ کا طریقہ اپنایا جانے لگا ہے اور پھر دعوی کیا جانے لگا ہے کہ اس کے ذریعے جینز کے ساتھ جنس

ابھرنے کے بعد اس کی جنای نوع کا پتا چل جاتا ہے یعنی چار ماہہ حمل کی ذکورت و اناثت کا پتا چل جاتا ہے۔ پادریوں نے اسی آلے کی وجہ سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مسلمانوں کے قرآن میں ہے کہ پیٹ کا حال کوئی نہیں جانتا کہ بچہ ذکور ہے یا اناث لیکن ہم نے ایک ایسا آلہ نکالا ہے جس سے پورا حال معلوم ہو جاتا ہے اور پتا چل جاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ اس مسئلے کو لیکر مولانا عبد الوحید صاحب فردوسی عظیم آبادی نے امام احمد رضا سے استفتا کیا تو جواب میں امام احمد رضا نے ایک معرۂ آرا رسالہ بنام " الصمصام علی مشکک فی آیۃ الارحام " لکھا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے یہ واضح کر دیا کہ آیات قرآنی میں جس علم کو اللہ عز و جل کے لیے خاص بتایا گیا ہے کسی مخلوق کے لیے ممکن نہیں۔

(معارف رضا، شمارہ ۳۳، ۳۴)

اعلی حضرت کی ان چند نگارشات عالیہ سے ہی یہ ظاہر و باہر ہو جاتا ہے کہ آپ کو سائنسی علوم پر بھی غیر معمولی دسترس حاصل تھی۔

آخر میں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اعلی حضرت کا سائنسی نظریہ کیا ہے، سائنسی اصول و قوانین کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں، چنانچہ سکون زمین پر آپ کی تصنیف نزول" آیت قرآن بسکون زمین و آسمان میں فرماتے ہیں: سائنس" یوں مسلمان نہ ہو گی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس

کے مطابق کر لیا جائے، یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے اختلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے اور دلائل سائنس کو مردود و پامال کیا جائے، جابجا سائنس کے ہی اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکات ہو، یوں قابو میں آئے ''گی۔

اب ہم پر لازم یہ ہے کہ اعلی حضرت کی تصنیفات کو پڑھیں، سمجھیں اور لوگوں تک حق بات کی تبلیغ کریں۔ و اللہ المستعان علی ذلک۔

(نزول آیت قرآن بسوکن زمین وآسمان، ص: ۲٤ ناشر: امام احمد رضا اکیڈمی)

جنگ آزادی میں علماء اہلسنت کا کردار

عبدالقادر امجدی گھوسی
جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو

یہ بات سورج کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ ہندوستان کو ۱۶۰۰ صدی عیسوی میں ہی سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا اس لیے کہ انھیں دور میں مسلم حکمرانوں کی بادشاہت تھی ، ملک ہندوستان جہاں اپنی زرخیزی ،صنعت وحرفت کی وجہ سے ہمیشہ ایک خاص شہرت کا مالک رہا ہے ۔ وہیں اہل فضل و کمال کا گہوارہ بھی رہا ہے ۔ مغلیہ دور حکومت میں بھی ہندوستان پوری دنیا کے لئے قابل رشک بنا ہوا تھا ، دنیا کے بیش قیمتی سامان ہندوستان میں تیار ہوا کرتے تھے ، کھیتوں میں بھی طرح طرح کے اناج اور غلے ہوا کرتے تھے ، جب ہندوستان کی اس حیثیت کو دوسرے ممالک کے لوگوں نے دیکھا تو انکی بھی رال ہندوستان پر ٹپکنے لگی کہ ہمیں بھی ہندوستان سے کچھ ملنا چاہیے ۔

اور اسی دور میں ہندوستان پوری دنیا کے تاجروں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا ، پندرہویں صدی سے غیر ملکی تاجروں نے یہاں تجارت کا آغاز کیا ۔

۱۶۰۰ میں انگریز بھی بغرض تجارت ہندوستان پہنچے اور ساحلی علاقوں میں تجارت شروع کردی مگر ٹیکس کی واجبی ادائیگی کی وجہ سے انہیں خاص نفع حاصل نہ ہوا کہ انہیں دنوں شاہجہاں کی شہزادی کسی ایسے مرض میں مبتلا ہوئی جسکا علاج انگریزی طبیب کے علاوہ

کوئی دوسرا نہ کرسکا ، پس اسی خوشی میں بادشاہ نے بنگال میں انگریزوں کو کمپنی شروع کرنے کی اجازت دی۔ اور ٹیکس بھی معاف کردیا۔ یہ انگریزوں کا ہندوستان میں عروج کا اولین دور تھا ، کمپنی میں انھوں نے ملازمین کو جنگی تربیت بھی دی ۔ رفتہ رفتہ بڑی جنگی فوج تیار کرلی اور ملک کی عوام پر ظلم و تشدد کرنے لگے جس سے نجات بے پناہ ضروری ہو گیا تھا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ کی بنیادی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب انگریز جنگ کے لیے ہندوستانی نوجوانوں کو لے کر جاتے تو brown Bess نامیrifle کی کارتوس کو دانت سے ہٹانے کا حکم دیتے حالانکہ اس میں گیریس کے طور پر سور اور گائے کی چربی کو استعمال میں لاتے تھے ، سور جو کہ اسلام میں حرام ہے اور گائے ہندو کے نزدیک محبوب شئ ہے۔

اسی لیے انگریز سے نجات بے پناہ ضروری ہو گیا تھا اب ان کے خلاف جنگ کرنا دونوں قوموں کے لیے ضروری ہو گیا ، سب سے پہلے اس کے خلاف آواز اٹھانے پر سرکاری ملازم منگل پانڈے کو سولی پر چڑھایا گیا ، اس وقت تک انگریز ملک ہندوستان پر قابض ہو گئے تھے ہندوستان کی آزادی کے لیے ملک کی ہر قوم اپنی بساط کے مطابق جدوجہد میں لگی رہی مگر ہندوستانی عوام اس کشمکش میں تھی کی پہل کون کرے اس وقت ہمارے علمائے اہلسنت والجماعت نے جنگ آزادی میں نہ صرف اپنا قائدانہ کردار ادا کیا بلکہ اپنی جانوں

کا نظرانہ بھی پیش کیا ملک کی آزادی میں جن مایا ناز ہستیوں نے اپنا کلیدیکردار ادا کیا ہے ان میں سے چند علماء کی قربانیوں کو آنے والے سطروں میں ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ فضل حق خیرآبادی

مجاہد آزادی ، قائد انقلاب ، بطن حریت، مرد آہن، امام المعقولات حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کو اللہ تعالی نے جس ذہانت وفطانت کی وافر دولت سے مالا مال کیا تھا وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے ۔

جس وقت انگریز ہندوستانی عوام کے خون کے ساتھ ہولی کھیل رہے تھے اس وقت سب سے پہلے دہلی کی جامع مسجد سے انگریزوں کے خلاف جس نے فتویٰ دیا وہ ذات علامہ فضل حق خیرآبادی کی ہے، ساتھ ہی ساتھ ان قائدین آزادی کے سرخیل کارواں رہے جنھوں نے ۱۸۵۷ ء میں ہندوستان کو انگریزوں کے پنجۂ استبداد سے آزاد کرانے میں نمایاں اور قائدانہ کردار ادا کیا، لیکن حالت یہ تھی کہ اپنوں میں کئی دغاباز تھے علامہ صاحب نے جو فتویٰ دیا تھا اسکی خبر انگریزوں تک پہنچا دی گئی آپ ہندی نوجوانوں کو تربیت جنگ سیکھاتے رہے۔ آپ کی بڑے زوروں سے تلاشی کی جارہی تھی۔ اسی حالت میں وہ اپنے خاندان کو لیکر دہلی نکل گئے ،اور علی گڑھ کے نواب کے یہاں پناہ لی۔ وہاں اٹھارہ دن رہنے کے بعد اپنے خاندان کے ساتھ بدایوں تشریف

لے گئے ۔ علامہ صاحب تقریباً ۲ /سال تک ادھر ادھر خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے رہے۔پھر کچھ دنوں بعد گرفتار کر لئے گئے ۔ مقدمہ چلایا گیا ۔اتفاق سے جج علامہ صاحب کا شاگرد تھا۔اس نے چاہاکہ علامہ صاحب جھوٹ بول دیں اور انکو چھوڑ دیا جائے ۔ لیکن آپ نے جھوٹ بولنے سے انکار کر دیا۔جج نے آپ کے لئے انڈمان میں کالے پانی کی سزا تجویز کی ۔ ۱۸۶۱ء میں وہیں علامہ صاحب کا انتقال ہو گیا اور آپ وہیں مدفون ہیں۔

مولانا رضا علی خاں بریلوی

مولانا رضا علی خان بریلی علیہ الرحمہ امام اعلی حضرت کے حقیقی دادا تھے آپ بہترین واعظ اور خطیب تھے آپ کی تقریر دلوں پر اثر کرتی تھی اسلام میں پہل و قناعت پسند تھے تواضع اور بردباری آپ کا شیوہ تھا متحد ہندوستان میں رائج و مشہور خطبات علمی آپ کی ہی تحریر کردہ ہے جو آپ کے شاگرد مولانا حسن علمی کے نام سے شائع ہو کر ہندوستان میں مقبول ہوئی ایک اور شاگرد و مرید مولانا فخر الدین بھی قابل ذکر ہیں جو انگریزوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے بریلی میں شہید و مدفون ہوئے۔

آپ مولانا رضا علی خان نے جنگ آزادی میں قولا فعلا عملا ہر طرح سے حصہ لیا آپ حریت پسند تھے ، انگریزی اقتدار کو بالکل پسند نہیں فرماتے تھے، علمائے کرام نے جب فتویٰ جہاد دیا، تو آپ نے اس کی بھرپور حمایت کی اور عوام کو انگریزوں کے خلاف تیار کیا۔ مجاہدین

کی پوری مدد کی ، مجاہدین کو گھوڑے پہنچانے میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ انگریز آپ کو بڑے بڑے حریت پسند علما کی صف میں شمار کرتے تھے ، انگریز مؤرخ ڈاکٹر ملی سن لکھتا ہے: " برطانوی حکام جب تمام ہند پر قبضہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے، تو اس وقت فضل حق خیر آبادی ، احمد اللہ شاہ مدراسی، امام بخش اصہبائی اور رضا علی بریلوی جیسے مولوی تسلط کے خلاف اپنی بھر پور کوشش کر رہے تھے ۔

جب جنگ آزادی کا بِگُل بجا تو ہر جگہ انگریزوں سے جنگ چھڑ گئی مگر بریلی ایسا مقام تھا جہاں انگریزوں کو شکست ہوئی آزادی کو بھی دو ہی سال صرف ہوئے تھے کہ انگریز قابض ہو گئے بتایا جاتا ہے کہ سینکڑوں لوگوں کو پھانسی دی گئی اور ان کی لاشوں کو درخت پر لٹکایا گیا امام العلماء کی گرفتاری بلکہ آپ کا سر قلم کرنے پر اس وقت کہ ۵۰۰ روپے کا انعام بھی رکھا گیا یہ اللہ رب العزت کا بندہ اپنے رب کی حفاظت میں رہا اور کوئی ان تک پہنچ ہی نہ سکا۔

مفتی عنایت احمد کاکوروی

مفتی عنایت احمد کاکروی علیہ الرحمہ کی ابتدائی تعلیم دیوہ اور کاکوری میں حاصل ہوئی ۱۲۴۰ ء میں رام پور پہنچ کر مختلف علوم و فنون کی تحصیل کی پھر دہلی اور آگرہ علی گڑھ میں حدیث اور دیگر علوم پڑھے، علی گڑھ میں ہی سرکاری انگریزی کے مفتی مصنف مقرر ہوئے کچھ عرصے بعد علی گڑھ سے آپ کا

تبادلہ بریلی ہو گیا بریلی میں آپ صدر امین کے منصب پر فائز تھے

۱۸۵۷ عیسوی کی تحریک آزادی کے شروع ہوتے ہی بریلی میں انگریزوں کے خلاف بڑا جوش پیدا ہو گیا نواب خان بہادر خان روہیلہ کے دست راست تھے اسی دوران آپ کو اگرہت کا صدر الصدور بنایا گیا ایک فتویٰ بریلی سے جاری ہوا مفتی صاحب نے اس پر دستخط کیا اسی وجہ سے انگریزوں نے آپ کو گرفتار کر کے مقدمہ چلایا اور جزیرہ انڈمان بھیج دیے گئے غریب الوطنی کی اذیت اور مشقت کے باوجود حفظ قران پاک کیا تواریخ حبیب اللہ شریعت نبوی کے موضوع پر اور علم الصیغہ بغیر کتاب کے مراجعت اور مدد کے تصنیف فرمائی۔

جب دونوں کتابوں کو اصل مراجع و مآخذ سے ملایا تو تمام مندرجات کو صحیح و درست پایا ایک انگریز نے تقویم البدلان کے ترجمے کی خواہش ظاہر کی جسے آپ نے دو سال میں مکمل کر دیا یہی عالمی کارنامہ آپ کی رہائی کا سبب بنا، علامہ فضل حق خیر آبادی نے جزیرۂ انڈمان میں رسالہ " الثورۃ الہندیۃ " اور " قصائد فتنۃ الہند " مفتی صاحب کے حوالہ کیا کہ وہ ان تحریروں کو مولانا عبد الحق خیر آبادی کو پہنچادیں۔ مفتی صاحب کی وساطت ہی سے یہ اہم تحریریں جو پنسل اور کوئلے سے لکھی گئی تھیں، ہندوستان پہنچیں۔

۱۲۷۹ھ میں آپ نے زیارت حرمین شریفین کا ارادہ کیا سفر پر روانہ ہو گئے کی آپ کا جہاز ایک سخت چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا اور مفتی صاحب بحالت نماز احرام باندھے مع قافلہ غریق رحمت ہو گئے۔

مولانا سید کفایت علی کافی مرادآبادی

مولانا سید کفایت علی کافی مرادآبادی نگینہ ضلع بجنور کے سادات گھرانے کے رکن تھے آپ بہت بڑے شاعر تھے علم حدیث سے آپ کو بے پناہ شغف تھا اتباع سنت اور عشق رسول آپ کی زندگی کا اصل سرمایہ تھا آپ کی سوزش عشق سے متاثر ہو کر امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو" سلطان نعت گویاں" قرار دیا وہ کہتے ہیں:

مہکا ہے مری بوئے دہن سے عالم
ہاں نغمۂ شیریں نہیں تلخی سے بہم

کافی سلطان نعت گویاں ہیں رضا
ان شاء اللہ میں وزیر اعظم

انقلاب ۱۸۵۷ء کے وقت آپ نے مراد آباد میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتوی صادر فرمایا اوراس کی نقلیں دوسرے مقامات پر بھیجیں، امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے جوش حریت اور تحریک آزادی میں سرگرم شرکت سے کافی متاثر تھے، فرمایا کرتے تھے "جب تحریک آزادی ہند شروع ہوئی تو گویا مولانا کافی علیہ الرحمہ کا ہاشمی خون پہلے ہی سے جذبۂ شہادت سے سرشار تھا۔"

جنرل بخت خاں اپنے جانبازوں کی فوج لے کر جب مراد آباد پہنچے، تو آپ ہی ہر اول دستے کے رہنماو پیشوا تھے۔ نتیجتاً مراد آباد اور اطراف بریلی میں مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف زبردست بغاوت کی اور نواب مجدالدین خاں عرف مجو خاں کی قیادت میں مراد آباد انگریزوں کے تسلط سے آزاد ہو گیا۔ مراد آباد پر قبضہ کے بعد آپ وہاں کے صدر شریعت

بنائے گئے۔ آپ کے یہاں مقدمات کا فیصلہ شرعی احکام کے مطابق ہوتا تھا۔

۲۵ / اپریل ۱۸۵۸ء میں انگریزوں نے پھر مراد آباد پر قبضہ کرلیا اور مجاہدین کی گرفتاری شروع ہو گئی ، مولانا روپوش ہو گئے ، مگر ایک مخبر فخر الدین کلاں کی غداری سے ۱۰ / اپریل کو انگریزوں نے آپ کو گرفتار کر لیا اور مختلف دفعات لگا کر آپ کے خلاف مقدمہ چلایا گیا۔ بالآخر ٦ مئی ۱۸۵۸ء کو پھانسی کی سزا سنائی گئی ، پھانسی کے پھندے پر جاتے وقت آپ کی زبان پر تازہ ترین نعت شریف کے یہ اشعار جاری تھے ۔

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

ہم صفیرو! باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافی لیکن حشر تک
نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

بیان کیا جاتا ہے کہ شہادت کے تیس سال بعد مولانا کافی علیہ الرحمہ کی قبر کے قریب سے سڑک نکالی جا رہی تھی ایک مزدور کا پھاوڑا آپ کی پنڈلی پر لگا ، قبر کھلی ، جسم اطہر ویسا ہی تھا جیسا شہادت کے وقت

تھا، بڑے بوڑھوں نے چہرہ دیکھ کر آپکو پہچان لیا، مزدور اور انجینئر جسم صحیح سالم دیکھ کر ڈر گئے اور دوبارہ تختہ لگا کر قبر ٹھیک کر دی اور سڑک کا رخ تبدیل کر دیا۔

اس طرح سے علماء نے اپنی جانوں کی قربانی دی اللہ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے۔اور ہم سب کو ان کے کردار کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

شخصیات

اعلیٰ حضرت اور تحفظ ناموس رسالت

عمران احمد امجدی
جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

حضور سید المرسلین، خاتم النبیین ﷺ کی محبت و عقیدت مدارِ ایمان اور اُن کی تعظیم و توقیر شرط اسلام ہے، جب تک نبی اکرم ﷺ کی محبت اپنے ماں، باپ، اولاد، جان، مال اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ نہ ہو، انسان مومن کامل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

(سورۃ التوبۃ: ۲۴)

ترجمہ: تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

حضور صدر الافاضل رحمتہ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اور جلدی آنے والے عذاب میں مبتلا کرے یا دیر میں آنے والے میں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ دین کے محفوظ رکھنے کے لئے دنیا کی مشقت برداشت کرنا مسلمان پر لازم ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے مقابل

دنیوی تعلقات کچھ التفات قابل قبول نہیں اور خدا اور رسول کی محبت ایمان کی دلیل ہے۔ تمام مسلمانوں پر نبی کریم ﷺ کا ادب و احترام تعظیم و توقیر لازم ہے۔

اعلیٰ حضرت اور تحفظ دین

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ عالم اسلام کے نامور اور عظیم مفکر ہیں۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور کمال نقاہت کو بروئے کار لاتے ہوئے تفسیر، حدیث، فقہ اور علم العقائد جیسے موضوعات پر معرکۃ الآراء تصنیفات، تالیفات کا ذخیرہ بہم پہنچایا ہے۔ علوم دینیہ کے علاوہ آپ علوم جدیدہ: سائنس، ریاضی، الجبرا، فلکیات و ارضیات وغیرہ جیسے علوم و فنون میں بھی درجہ امامت پر فائز تھے۔ آپ کی عام شہرت ناموس رسالت کے تحفظ کے حوالے سے آپ کی غیرت ایمانی کا وہ قابل قدر مظاہرہ ہے جسے آپ نے اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا تھا۔ ذات رسالت ﷺ کے بارے میں آپ کسی قسم کی غلطی برداشت نہیں کرتے تھے، خواہ اس کا مرتکب کیسا ہی صاحب جبہ و دستار کیوں نہ ہو۔

محافظ ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے آپ پر تہمت بھی باندھی گئی، الزام تراشیاں بھی کی گئیں لیکن آپ کے جذبہ وفاداری میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔ ناموس رسالت کو بازیچۂ اطفال بنانے والوں کا تعاقب کرتے ہوئے کبھی کبھی بظاہر آپ کے لہجے میں سختی بھی پیدا ہوئی۔ پروفیسر مسعود احمد مظہری علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کے اس انداز فکر پر تبصرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں: اس" میں شک نہیں کہ مخالفین کی قابل اعتراض تحریرات پر فاضل بریلوی نے سخت تنقید فرمائی ہے اور بسا اوقات لہجہ بھی

نہایت درست ہے۔ لیکن کسی مقام پر تہذیب و شائستگی سے گرا ہوا نہیں ہے۔ وہ ناموس مصطفیٰ کی حفاظت میں شمشیر بکف نظر آتے ہیں"۔

اعلیٰ حضرت کے اندر تعظیم و توقیر ﷺ کا یہ وہ انداز تھا جس نے آپ کو بے پناہ حساس بنا دیا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ کی محراب عظمت میں معمولی لغزش بھی نظر انداز کرنے کے قائل نظر نہیں آئے اور مرتکب اہانت سے ہر طرح کے مذہبی و معاشرتی تعلق کے مقاطعے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ چنانچہ اپنی وصیت میں اس تعلق سے ہدایت فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں: "جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہ رسالت ﷺ میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ، معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔"

امام اہلسنت کی اسی تعلیم کو میرے تاج الشریعہ دے کر گئے کہ

" نبی سے جو ہو بے گانہ اسے دل سے جدا کر دو
پدر مادر برادر جان و مال ان پر فدا کر دو"

اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرت

محمد تسلیم امجدی
جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

فقیہِ اعظمِ ہندوستاں احمد رضا تم ہو
مقامِ فقہ میں عرش آستاں احمد رضا تم ہو

اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے پناہ فضل و احسان ہے کہ اُس نے اِس سر زمین پر ایسے علمائے کرام کو پیدا فرمایا جن کی علمی و ادبی ، روحانی و جسمانی چھینٹوں نے سارے عالم کو سیراب کر دیا ہے، انہیں مقدس علمائے کرام کی جماعت میں امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان کی ذات مبارکہ ہے، آپ تمام علوم و فنون میں راس العلماء کی حیثیت رکھتے تھے اور دیگر علمائے کرام آپ کے سامنے طالب علمانہ کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے کہ آپ تمام علوم وفنون میں ایسی مہارت رکھتے تھے کہ آپ کا کوئی ثانی نہ تھا اور نہ ہے اور نہ ہوگا۔

امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ و الرضوان ایک فقیہ کا مزاج رکھتے تھے اور یہ بات مسلّم ہے کہ ایک فقیہ کے لئے جہاں علوم کثیرہ میں مہارت کی ضرورت ہے وہیں اصول فقہ میں غایت درجے کی نظر عمیق کی بھی حاجت و ضرورت ہے کیونکہ علم فقہ کی سب سے قریب ترین اساس اصول فقہ ہے نیز اس کے بغیر قرآن و سنت کے مفہومات و ارشادات، معارف و رموز تک رسائی ناممکن ہے اسی لئے جملہ فقہائے کرام کی کتب اور ارشادات اصول فقہ پر مبنی ہے۔

امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ و الرضوان نے اپنے فتاویٰ میں جابجا اصول فقہ کے مسائل اور ابحاث پر تحقیقات فرمائی ہیں جو آپ کی اصولی

بصیرت و مہارت کی تابندہ دلیلیں ہیں۔

فقہائے متقدمین اور اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت ایسے فقیہ تھے کہ آپ کی فقاہت کے سبب علم و فضل کے اُن مخفی گوشوں تک صاحبانِ طلب کی رسائی ہوئی، جو رہنمائی کے نایابی کے باعث مجبور بیٹھ گئے تھے، امام احمد ایک مقلد تھے، آپ کا فقہی مسلک حنفی تھا، لیکن آپ ایسے مقلد تھے کہ جس کی تقلید کے دامن اجتہاد و استنباط کی وسعتیں اپنی تمام تر گہرائیوں سے بھر پور تھیں۔

آپ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سچے مقلد تھے اور ان کی اصابتِ رائے اور اجتہاد و فکر اور قیاس و استحسان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت نے تیمم کے بارے میں لکھتے ہوئے تین سو گیارہ (۳۱۱) امور بیان فرمائے ہیں جن میں سے ایک سو اکیاسی (۱۸۱) امور ایسے ہیں جس نے تیمم کرنا جائز ہے اور ان ایک سو اکیاسی (۱۸۱) میں سے چوہتر (۷٤) امور وہ ہیں جنہیں فقہائے متقدمین نے بیان فرمایا اور ایک سو سات (۱۰۷) امور وہ ہیں جن کا اعلیٰ حضرت نے اضافہ فرمایا اور یہ اضافہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا ہے اسی طرح ایک سو اکیاسی (۱۸۱) اشیاء سے عدم جواز تیمم کو بیان فرمایا، جن میں اٹھاون (۵۸) اشیاء فقہائے متقدمین نے بیان فرمائی ہیں اور بہتر (۷۲) اشیاء کا عدم جواز آپ نے اپنے اجتہاد سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر بیان فرمایا۔

اسی طرح کی اضافات آپ کے تبحر علمی کی عظیم شہادتیں ہیں، حقیقت بات یہ ہے کہ فقہ میں آپ اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ پر نظر

ڈالنے والا اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے علوم عطا فرمائے تھے کہ جن سے دنیا کے ہاتھ خالی ہیں ، یہی وجہ تھی کہ عرب و عجم کے علماء کرام نے اپنی گردنیں جھکا کر تسلیم کیا کہ امام احمد رضا اپنے وقت کے بے مثال فقیہ اور عالم دین ہیں۔

مندرجہ بالا بیان سے اعلیٰ حضرت کے مقام رفیع کا اندازہ ہوتا ہے، اور یہ بھی پتہ چلا کہ جزئیات فقہ میں اعلیٰ حضرت کی نظر اتنی گہری تھی کہ ان کی نگاہ نے اس گوشے کو تلاش کر لیا جو خود ان کے استاذ الاستاذ شیخ جمال علیہ الرحمہ کی نگاہوں سے اوجھل رہا یہی وجہ تھی کہ حافظ کتبُ الحرم سید اسماعیل بن خلیل اعلیٰ حضرت کے نام ایک مکتوب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اگر امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ آپ کے فتاویٰ کو ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلف کو اپنے خاص شاگردوں میں شامل فرماتے"

اِس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی فقہ میں کتنی گہری بصیرت رکھتے تھے اس لئے کہ انہوں نے ان مسائل کو حل کر دیا ہے جو مسائل ان کے استاذ کی آنکھ سے دور تھے۔

سراج الفقہاء کی کایا پلٹ گئی

علمائے معاصرین میں ایک اور معاصر فقیہ کی کیفیت پیش کی جاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت کی فقاہت دیکھ کر جن کی کایا ہی پلٹ گئی۔

استاذ العلماء، سراج الفقہاء، مولانا سراج احمد صاحب خانپوری جو اس زمانے کے اکابر علمائے میں سے تھے ان کے تعارف کے لئے بس یہ کہنا کافی ہوگا کہ پاک وہند کے علماء انہیں سراج الفقہاء کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

آپ خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔
زمانہ طالب علمی میں ہمیں یہ بات سمجھا دی گئی تھی کہ امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی کی کتابیں پڑھنا ناجائز ہے۔
ان کی تصانیف کو علم و تحقیق سے کچھ علاقہ نہیں ہے وہ تو صرف چند مروجہ رسومات و بدعات کے مجوز ہیں، چنانچہ عام طلبہ کی طرح میں بھی ان کے نام سے نفرت کرتا تھا، اس لئے ان کی طرف زیادہ متوجہ نہ ہوتا، لیکن حسن اتفاق مجھے "رسالہ میراث" کی تصنیف کے دوران ایک مسئلہ میں الجھن ہوئی، میں نے اس کے حل کے لئے دیوبند، سہارن پور، دہلی اور دیگر بڑے بڑے مراکز کو خطوط لکھے، لیکن کہیں سے تسلّی بخش جواب نہ ملا۔
آخر کار سب سے مایوس ہوکر اس مسئلہ کو امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا تو انھوں نے اس مسئلہ کو ایک ہفتہ میں حل کر کے بھیج دیا اور اس کا جواب ایسا دیا کہ تمام کتابوں کے اختلاف و شکوک و شبہات ختم ہو گئے۔
حضرت کے جواب کو دیکھ کر میرا اندازِ فکر ان کے بارے میں تبدیل ہو گیا، اور میں نے ان کی تصنیف کردہ کتابوں کو پڑھنا شروع کر دیا اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میں صرف ان کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کر رہا ہوں بلکہ شاہ بریلی، تاجدارِ اہلسنت اعلیٰ حضرت وہاں سے تصرف فرماکر میرے دل کے آئینے سے دیوبندیت اور وہابیت کے زنگار کو دھو رہے ہیں اور مذہب اہلسنت کی جلا بخشے جا رہے ہیں
اس فتویٰ میراث کے جواب میں اعلیٰ حضرت کا مجھے جو جواب آیا اس کے شروع میں آپ نے یوں لکھا....
سائل فاضل ھَدَاہُ اللّٰہُ تعالیٰ (یعنی سائل عالم کو خدا راہ راست پر لائے)

یہ الفاظ فرمانا اعلیٰ حضرت کی زبردست کرامت ہے گویا آپ نے اپنے کشف سے میری وہابیت کو معلوم کر لیا اور ذرہ نوازی فرما کر جواب میں میرے لئے دعائیہ کلمات لکھ دیئے جو میری ہدایت کا سبب بن گئے۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا مطبوعہ مکتبہ برکاتی ص ۱۲۰)

اعلیٰ حضرت کے تجدیدی کارنامے

عمران احمد امجدی گھوسی
جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کا قلب معارف کا خزینہ اور دیماغ و فکر و شعور کا گنجینہ تھا، اپنے ہوں یا بے گانے سب ہی معترف ہیں کہ شخصی جامعیت ، اعلیٰ اخلاق و کردار قدیم و جدید علوم و فنون میں مہارت ، تصانیف کی کثرت فقہی بصیرت ، احیاء سنت کی تڑپ ، قوانین شریعت کی محافظت ، زہد و تقویٰ ، عبادت و ریاضت ، اخلاق و للہیت ، اور روحانیت اور عشق رسول میں ان کے معاصرین میں کوئ ان کا ہم پلہ نظر نہیں آتا ۔

اسی لئے آپ کی حیات مبارکہ کے تعلق سے قلم اٹھانے سے قبل سینکڑوں مرتبہ سوچنا پڑتا ہے کہ آپ کے کس وصفِ جمیل کا ذکر کیا جائے، اور کسے ترک کیا جائے ۔

آپ کی ذات گرامی کا حال تو یہ ہے کہ جس کے متعلق خلیفہ اعلیٰ حضرت پاسبان اہلسنت شاہ عبد العلیم میر ٹھی آج سے تقریباً آدھی صدی قبل ہی یہ کہ کر اپنی قلم کو توڑ دیا۔

تمھاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جامِ عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

اعلیٰ حضرت اور اوصاف مجدد

بلا شبہ چودھویں صدی مجد اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ امام

احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ علامہ ظفر الدین بہاری مجدد کے اوصاف ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "مجدد کے لئے مجتہد ہونا لازم و ضروری نہیں، ہاں یہ ضروری ہے کہ وہ سنی صحیح العقیدہ ہو عالم و فاضل ہو ، علوم و فنون کا جامع ہو ، سب سے زیادہ مشہور ہو حامئ سنت ہو ، بدعتوں کا رد کرنے والا ہو ، حق کہنے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کا خوف نہ رکھتا ہو دین کی ترویج و اشاعت میں دنیوی منافی کا حریص نہ ہو، متقی ہو پرہیز گار ہو شریعت و طریقت کے زیور سے آراستہ ہو خلاف شرع امور سے دل برداشتہ ہو ۔

(چودہویں صدی کے مجدد از علامہ ظفرالدین بہاری ص ۳/ ۳۴)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی ذات پاک میں تمام اوصاف مجدد موجود ہیں ، جس کی نشان دہی علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ یوں فرماتے ہیں :اعلیٰ حضرت کی ولادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ اور انتقال پر ملال ۲۵ صفرالمظفر ۱۳۴۰ھ ہے ، آپ رضی اللہ عنہ نے تیرہویں صدی ہجری کے ۲۸ سال دو مہینے ۲۰ دن پائے اور علوم و فنون ، درس و تدریس ،تالیف و تصنیف ، وعظ و تقریر میں ، ملک و شہروں میں بہت ہی زیادہ مشہور ہوئے ۔

اور چودہوں‌ں صدی ہجری کے آپ رضی اللہ عنہ نے ۴۰ سال ایک مہینہ ۲۵ دن پائے ۔

جس میں حمایت دین و رد مفسدین، حق و غالب کو مٹانے ، سنت کو زندہ کرنے ، اور بدعتوں کو مٹانے میں جان و مال علم و فضل شرف فرمایا۔

اور نہ کبھی ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ کی ، نہ کبھی بڑی شخصیت کا خیال آیا، نہ کبھی شہرت و مدح کی پرواہ کی ، نہ کسی کے طعنہ زنی کے خیال سے حق کہنے میں نہ کوتاہی فرمائی

(۱۴ویں صدی کے مجدد از علامہ ظفرالدین بہاری ص ۵۶-۵۷)

فتنہ قادیانیت وانکار ختم نبوت

ملت اسلامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں نبوت و رسالت آپ پر ختم ہو گئ، اب کسی نبی و رسول کے آنے کا امکان نہیں اس پر یہ آیت کریمہ دال ہے وخاتم النبین لیکن علماء سو نے اس عقیدے کو اولجھایا " تحزیر الناس " میں مولوی قاسم نانتوی نے ایک نیا نظریہ قائم کرتے ہوئے لکھا " اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئ نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت ﷺ میں کچھ فرق نہ آئے گا " معاذ اللہ (تحزیرالناس مکتبہ فیض یوپی ص ۲۵)

علماء سو کے نئے نظریات کو دلیل بنا کر ثوبہ پنجاب کے قادیانی نامی علاقے سے مرزا غلام احمد قادیانی کے نبوت کا دعویٰ کیا اپنی نبوت کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اقدس میں گستاخانہ جملے لکھے۔

اپنا کلمہ پڑھوایا اپنی گڑھی ہوئی بات شریعت بنائ اور اسلام کو کمزور بنانے میں کوئ کسر نہ چھوڑی ۔ لوگ اس کے فریب میں پھنسنے لگے اور نیا مذہب قادیانی اختیار کرنے لگے ۔

ردفتنہ

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی نے مولوی قاسم نانوتوی کے فتنے کا زبر دست تعاقب فرمایا اور اسلامی نقطہ نظر سے ختم نبوت کا مسلم عقیدہ ثابت کیا اس موضوع پر آپ رضی اللہ عنہ نے چار ۴ کتابیں تصنیف فرمائی

(۱) جزاء اللہ عدو باباء ختم نبوت
(۲) تنبیہ الجھال بالھام الباسط المتعال
(۳) المبین ختم النبین
(۴) جوالھائے ترکی بہ ترکی

مزید اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے باطل مذہب کا دلائل و براہین و اصول کی روشنی میں زبر دست رد فرمایا، اور اس پر کفر کا فتویٰ بھی صادر فرمایا نیز علماء عرب و عجم سے اس پر تصدیق حاصل کر کے شائع فرمایا۔ دو کتابیں خاص آپ نے اسی موضوع پر تحریر فرمائی

(۱) السوء العقائد علی المسیح الکذا
(۲) قھرالدیان علی مرتد بقادیان

فلکیات، ریاضیات، طبعیات

اللہ رب العزت نے امام احمد رضا کو حیرت انگیز صلاحیتوں سے نوازا تھا، چنانچہ دینی علوم میں ان کی عبقریت تو مسلم ہے مگر بظاہر وہ علوم جو دینی علوم تصور نہیں کئے جاتے ان میں ان کو مہارت بلاشبہ ان کے "عالم علم لدنی" کا بین ثبوت ہیں دنیائے علم و فکر میں بہت سے علوم کے ماہرین آپ کو ملیں گے مگر ان میں بیش تر ایک یا دو عالم کے ماہر، موجد یا محق تصور کئے جاتے ہیں۔

مفتی اعظم ہند کا تقویٰ

محمد ابو شحمہ قادری امجدی
طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ

(سورہ بقرہ)

اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو وہ جو بے دیکھے ایمان لائے اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔

تقویٰ کا معنی

نفس کو خوف کی چیز سے بچانا اور شریعت کی اصطلاح میں تقوی کا معنی یہ ہے نفس کو ہر اس کام سے بچانا جسے کرنے یا نہ کرنے سے کوئی شخص عذاب کا مستحق ہو مثلاً کفر و شرک ، کبیرہ گناہ ، بے حیائی کے کاموں سے اپنے آپ کو بچانا اور ان کاموں کو کرنا جن کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے مثلاً حرام کاموں کو چھوڑ دینا اور فرائض کو ادا کرنا اور اللہ تبارک و تعالی کے دیگر احکامات کو بجا لانا۔

اور بزرگان دین نے یوں بھی فرمایا ہے کہ تقوی یہ ہے کہ تیرا خدا تجھے وہاں نہ پائے جہاں اس نے منع فرمایا ہے۔

اس زمانے میں اگر تقویٰ اور پرہیزگاری دیکھنی ہے تو سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی سوانح حیات کا مطالعہ کریں۔

حضور مفتی اعظم مہاراشٹر مفتی محمد محمود اختر القادری قاضی شرع ممبئ فرماتے ہیں۔ کہ سرکار

مفتی اعظم ہند ان باتوں کا بھی خاص خیال فرماتے تھے جنہیں آج ہم لوگ عام طور پر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ و الرضوان نَل ہونے کے باوجود لوٹے میں پانی لے کر وضو فرماتے، تاکہ پانی فضول خرچ نہ ہو۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ و الرضوان کو دیکھا کہ نماز جمعہ کے بعد تمام حاضرین نے حضرت سے مصافحہ کیا یہاں تک کہ سرکار مفتی اعظم ہند مسجد کے گیٹ پر پہنچ گئے، حضرت کی جوتی لائی گئی حضرت نے پہلے اپنا بایاں پاؤں مسجد سے باہر نکالا اور پھر داہناں اور پہلے دائیں پاؤں میں جوتی پہنی ، پھر بائیں پاؤں میں جوتی پہنی، اتنے میں ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور حضرت سے دعاے مغفرت کی درخواست کی، حضرت نے اپنا ہاتھ ماتھے پر مارا اور فرمایا: جب میں نے جوتی پہن لی تب دعا کے لیے کہ رہے ہو ، پھر سرکار مفتی اعظم ہند نے اپنی جوتی اتاری اور مسجد میں داخل ہوئے اور اس کے لیے دعا فرمائی۔ اور پھر حسب معمول جوتی پہنی۔
یہ تھا سرکار مفتی اعظم ہند کا تقوی کہ جوتی پہن کر اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنا مناسب نہیں جانتے۔

متقی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی
ایک میرے مفتی اعظم کا تقوی چھوڑ کر

آپ تیز ذہن اور درست راے رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں معاد و معاش کی دانشوری میں اپنے زمانے والوں سے ممتاز بنایا تھا، ان میں فطری شجاعت، حق کے ساتھ سخاوت ، تواضع اور بے نیازی بھی عطا فرمائی تھی۔ آپ نے اپنی پوری عمر سنت کی حمایت اور بدعت کی نکایت و بیخ کنی میں بسر فرمائی۔
بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، سرکار مفتی اعظم ہند کی وہبی خوبیوں کے بارے میں فرماتے ہیں: کہ اس عنوان کے تحت میں سخت الجھن میں ہوں کہ قارئین پر اپنا مافی الضمیر کس طرح ظاہر کروں، کیونکہ قامت کی دلکشی، ناک و نقشہ اور چہرہ مہرہ کی دلربائی، رنگ و روغن کے حسن،

اعضا کی موزونیت، عادات و اطوار کی لطافت اور شخصیت کی دل آویزی کے بارے میں اگر کسی جوان العمر کا ذکر کیا جائے تو بات قرین قیاس ہے لیکن یہاں ایک ایسے شخص کا ذکر ہے جو عمر کی اسّی منزلیں طے کر چکے تھے، سارے بال سفید ہو گئے تھے، قامت کا وہ تناؤ جو جوانی کے ساتھ مخصوص ہے ختم ہو چکا تھا، جسم کی کھال کہیں کہیں سکڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی، اس کے باوجود حال یہ تھا کہ جس راستے سے گزر جائیں دیکھنے والوں کی بھیڑ لگ جائے، جس محفل میں بیٹھ جائیں لوگ ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہ جائیں، جس سے مصافحہ کر لیں وہ اسے اپنی سعادت تصور کرے۔

یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب آپ بیمار چل رہے تھے، ضعف نقاہت کی وجہ سے آپ نے باہر کا سفر اور گھر کا دربار عام دونوں ہی موقوف کر دیا تھا اور تھوڑی دیر کا بیٹھنا بھی آپ پر بار تھا۔ عرس رضوی کے موقع پر لوگ جدِ و جہد کے ساتھ حضرت کو سہارا دے کر تھوڑی دیر کے لیے مجلس قل میں لائے، اختتام قل کے بعد مصافحہ کے لیے انسانوں کا جو ریلا چلا ہے تو سنبھالنا مشکل ہو گیا، بڑی مشکل سے لائن بنائی گئ مگر جو آتا مصافحہ کے بعد دست بوسی اور دست بوسی کے بعد قدم بوسی اور قدم بوسی کے لیے جھکنے والے پر آپ کی ناگواری ، اس کو ہاتھ سے روکنا اور استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھنا۔ الغرض جو آتا جانا نہیں چاہتا اور آپ کی قرب کی دولت کو نعمت ابدی تصور کرتا۔ لوگ اس درجہ خود غرض ہو گئے تھے کہ انہیں حضرت کی کمزوری اور تکلیف کا بھی مطلق خیال نہ رہ گیا تھا۔

میں نے حضرت کی غیر معمولی تکلیف کا خیال کر کے لوگوں کا ہاتھ پکڑ پکڑ کر زبردستی حضرت کے سامنے سے ہٹانا شروع کیا۔ آپ نے ایک دو مرتبہ ہاتھ میری طرف اٹھایا مگر میں نے مطلب نہیں سمجھا، تو مولانا رحمانی میاں صاحب نے فرمایا: سختی سے لوگوں کو نہ ہٹایئے؛ وہ بھی اپنے جذبۂ شوق سے مجبور ہیں۔ میں نے دل میں سوچا، سبحان اللہ یہ لوگ حصول برکت کی دھن میں اندھے ہو گئے ہیں اور اپنے اظہار شوق سے حضرت کو غیر معمولی تکلیف پہنچا رہے ہیں اور خود حضرت کا یہ حال ہے کہ ان کی دل شکنی نہ

ہو اور انہیں ٹھیس نہ پہنچے۔

(جہان مفتی اعظم صفحہ ۲۴۲)

یہ ہے حضور مفتی اعظم ہند کا تقویٰ کہ لوگ آپ کی قدم بوسی کر رہے ہیں تو ضعف کی حالت میں بھی اپنی تکلیفیں برداشت کر کے انہیں ہاتھ سے روکتے اور استغفار پڑھتے۔ اور جب حضرت کی تکلیف کی وجہ سے لوگوں کو ملنے سے روکنے کی کوشش کی گئی تو حضرت نے اس سے منع فرمایا کہ لوگوں کی دل شکنی نہ ہو انہیں ٹھیس نہ پہنچے۔ اللہ اکبر

مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی

محمد ابو حنیفہ امجدی گھوسی
طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

جب کوئی قوم خود فروشی و خود فراموشی کے مرض میں مبتلا ہو کر عیش و طرب کو اپنا شعار بنالے اور شمشیر و سناں کے بجائے طاؤس و رباب کی خوگر ہو جائے تو اس کی تباہی و بربادی شروع ہو جاتی ہے ، حاکم محکوم اور آقا غلام بنادیے جاتے ہیں ، پھر عظمت رفتہ حاصل کرنے کے لیے بے شمار قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اور اگر اس قوم میں جان کا نذرانہ دینے والے سرفروش نہ ہوں تو وہ قوم صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دی جاتی ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی مسلمان قوم کے جیالے سرفروشوں کی برطانوی تسلط کے خلاف جدوجہد کی داستان ہے جو انہوں نے اپنے لہو کی سرخی سے رقم کی ہے۔ جنگ آزادی میں صرف عام مسلمانوں نے ہی حصہ نہیں لیا بلکہ اہلسنت کے مقتدر علما و مشائخ نے بھی اس جدوجہد آزادی میں اپنی جانیں راہ خدا میں قربان کیں ان مجاہدین میں سب سے نامور ہستی علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کی ہے۔

ولادت اور تعلیم

علامہ فضل حق خیر آبادی ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء خیر آباد یوپی میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد علامہ فضل امام خیر آبادی عالم و فاضل اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ مفتی صدرالدین آزردہ آپ ہی کے شاگرد تھے۔ آپ دہلی میں

صدر الصدور کے عہدہ پر فائز رہے۔ علامہ فضل حق خیرآبادی نے اپنے والد ماجد علامہ فضل امام خیرآبادی ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی وغیرہ سے علم حاصل کیا اور ۱۸۰۹ء میں ۱۳ سال کی عمر میں درسیات سے فارغ ہوئے پھر خود استاد کامل بن گئے۔ آپ کے تلامذہ میں شاہ عبدالقادر بدایونی ، مولانا خیر الدین دہلوی ، مولانا ہدایت اللہ رامپور ، مولانا فیض الحسن سہارنپوری اور مولانا عبدالحق خیرآبادی جیسے فضلا تھے۔ آپ سلسلہ چشتیہ میں شاہ دھومن دہلوی سے بیعت ہوئے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی علم و فضل میں یگانہ روزگار تھے۔ علوم عقلیہ کے مسلم الثبوت استاد تھے بلکہ مجتہد و امام تھے۔ علامہ موصوف معقولات کے استاذ تھے ہی مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ عربی کے بے مثال ناظم وناثر بھی تھے بیک وقت شعر کی نزاکتوں اور فلسفے کی باریکیوں اور گہرائیوں سے آگاہ تھے۔ شاعری میں عربی ، فارسی اور اردو ادب پر گہری نظر تھی۔ معقولات اور ادبیات ایک دوسرے کی ضد ہے لیکن یہ دونوں علوم حیرت انگیز طور پر علامہ فضل حق خیرآبادی میں جمع ہو گئے تھے۔ ادب میں وہ کمال حاصل تھا جس کو آج تک ماہرین فن تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ عبارت ایسی لکھتے جس کی مثال علمائے ہند میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ، مولانا غلام علی آزاد بلگرامی اور امام احمد رضا محدث بریلوی کے بعد نظر نہیں آتی۔ اصحاب علم و فضل اور ارباب شعر و ادب دور دور سے اپنی تصانیف اور منظومات اصلاح کے لیے ان کی خدمت میں ارسال کرتے تھے اور نامور علما اپنی تصانیف پر تقاریظ لکھواتے تھے۔

۱۸۵۷ء اور علامہ فضل حق خیر آبادی

برصغیر ہند میں انگریزی اقتدار کی جڑیں جب پھیلنے اور مضبوط ہونے لگیں تو علما اور دانشور جو حب الوطنی کے جذبات سے سرشار تھے اور ان کے دلوں میں آزادی وطن کے ولولے انگڑائی لے رہے تھے، انگریزوں سے نفرت و عداوت کی چنگاریاں ان کے سینوں میں سلگنے لگیں، انہیں دردمند محبان وطن میں قائد آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی بھی تھے، تحصیل علم کے بعد اگرچہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت سے وابستہ ہوگئے اور جب ۱۸۵۷ء میں مجاہدین وطن انگریزوں کے خلاف برسرپیکار ہوئے اور آزادی کے دیوانے انگریزی قصر اقتدار کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے میدان کارزار میں اترے، تو قائد حریت بھی الور سے دہلی پہنچے، جنرل بخت خاں اور دیگر عمائدین حریت سے مشورے کے بعد حضرت علامہ نے دہلی کی جامع مسجد میں انگریزوں کے خلاف پرجوش ولولہ انگیز تقریر کی اور اہم علمائے دہلی کے سامنے انگریزوں کے خلاف جہاد کا استفتی پیش کیا، علما نے جہاد کا حکم صادر فرمایا، اس فتوے پر مفتی صدرالدین آزردہ، مولانا عبدالقادر، قاضی فیض اللہ دہلوی، مولانا فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبر آبادی، سید مبارک شاہ رامپوری نے دستخط ثبت کئے۔ اس فتوے کے صادر ہونے کے بعد تحریک انقلاب کو بڑی قوت حاصل ہوئی اور دہلی میں نوے ہزار سرفروش مجاہدین آزادی کا اجتماع ہوگیا اور ملک کے دوسرے حصہ میں بھی انگریزوں کے خلاف جہاد کی تیاریاں ہونے لگیں۔ علامہ نے قلعہ معلیٰ میں بہادر شاہ ظفر کو بھی جہاد آزادی میں شرکت اور انقلابی تحریک کو آگے بڑھانے نیز کاروبار سلطنت کو منظم کرنے کی بابت پر خلوص

مشورے دیے۔ دہلی میں تحریک آزادی کی ناکامی اور بہادر شاہ ظفر کی گرفتاری کے بعد علامہ اپنے وطن چلے آئے۔

جب اودھ میں بیگم حضرت محل نے حکومت کی بازیافت کے لیے تحریک انقلاب کا پرچم بلند کیا اور انگریزی اقتدار کے خلاف مجاہدین آزادی کو منظم کیا، تو حضرت علامہ بھی شریک ہوئے، اس تحریک آزادی کو کامیابیوں سے ہم کنار کرنے کے لیے مفید مشورے دیے اور بیگم حضرت محل کی کونسل کے اہم رکن مقرر ہوئے۔

دہلی اور اودھ کی تحریک انقلاب میں علامہ خیرآبادی کی عملی شمولیت کا ذکر انگریز کمشنر اس طرح کرتا ہے:

”وہ ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء کے دوران میں بغاوت کا سرغنہ رہا اور دہلی، اودھ اور دوسرے مقامات پر اس نے لوگوں کو بغاوت اور قتل کی ترغیب دی، اس نے بوندی کے مقام پر ۱۸۵۷ء میں باغی سرغنے ممو خاں کی مجالس مشاورت میں نمایاں حصہ لیا، وہ باغیوں کی مجلس شوریٰ کا اہم رکن تھا، یہ بات ان ایام میں عام طور پر بہت مشہور تھی کہ چند آدمی بیگم حضرت محل کے مشیران خاص ہیں، باغی فوج میں انکی اربعہ شوریٰ اللہ کے نام سے شہرت تھی۔ بلکہ کبھی کبھی انھیں کچہری پارلیمنٹ کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ اس شوریٰ میں ملزم (مولانا) بہت ممتاز تھا۔“

(علامہ فضل حق اورانقلاب ۱۸۵۷ء)

تحریک انقلاب ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے جہاد آزادی کے متوالوں کو چن چن کر گولیوں کا نشانہ بنایا، سولی پر چھڑایا، مقدمے قائم کیے، حبس دوام اور جلاوطنی کی سزا سنائی۔ حضرت علامہ کو بھی

الزام بغاوت میں گرفتار کر کے خیر آباد سے سیتاپور پھر وہاں سے لکھنؤ لایا گیا ، جہاں جوڈیشیل کمشنر لکھنؤ جارج کیمبل اور کمشنر خیر آباد میجر باور کی عدالت میں مقدمہ کی سماعت کی گئی، علامہ کی رہائی ممکن تھی، لیکن آپ نے انگریز ججوں کے رو برو جنگ آزادی میں شرکت اور فتوائے جہاد کا اقرار کیا اور انگریزی حکومت کے خلاف اپنے موقف کی وضاحت بے باکی کے ساتھ فرمائی اور وطن عزیز کے لیے جان عزیز کی قربانی پیش کی اور ہر اذیت برداشت کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔

موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہنستا رہا
اللہ اللہ جنگ آزادی کے حر کا بانکپن

۴ / مارچ ۱۸۵۹ء کو سلطنت مغلیہ کی وفاداری یا فتوائے جہاد کی پاداش یا جرم بغاوت میں ججوں نے حبس دوام ، عبور دریائے شور کی سزا سنائی ، لکھنؤ سے کلکتہ لائے گئے اور وہاں سے بذریعہ جہاز جزیرہ انڈمان پہنچا دیے گئے۔ شدید اذیتوں میں زندگی کے لیل و نہار گزر نے لگے اگرچہ صاحب زادوں کی کوشش سے رہائی کا پروانہ ہاتھ آیا اور مولانا شمس الحق خیر آبادی وہ پروانہ رہائی لے کر انڈمان روانہ ہو گئے ، جہاز سے اتر کر شہر میں پہنچے ، تو ایک جنازے پر نظر پڑی ، دریافت کر نے پر معلوم ہوا، کہ یہ علامہ فضل حق خیر آبادی کا جنازہ ہے۔

قسمت تو دیکھیے کہ ہے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

جہان علم و فضل ، حکمت و فلسفہ ، شعر ادب کے تاجدار ، جنگ آزادی ہند کے سالار زنداں کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے ۱۲ / صفر

۱۲۷۸ھ ۲ / اگست ۱۸۶۱ء کو قید حیات سے رہائی پاگئے اور تاریخ ہند کے صفحات پر علم و حکمت ، جرأت و عزیمت ، صبر و استقامت کا نقش زریں ثبت کر دیا۔

مرد حر غازی مجاہد حق پرست و فضل حق
تھا کتاب حریت کا بے گماں پہلا ورق

شارح بخاری حیات وخدمات اور کارنامے

محمد ثاقب امجدی گھوسی
طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں جن کے نشانِ قدم کبھی

سرزمین ہند میں ایسے بے شمار لوگوں نے جنم لیا، جن کی علمی اور روحانی کمالات کا پورے عالم میں چرچا رہا اور خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ ایسے کاموں کو انجام دیا کہ ہر میدان میں سرِفہرست نظر آتے ہیں۔

انہیں نفوسِ قدسیہ میں فقیہ اعظم ہند شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ بھی ہیں۔

ولادت ونسب:

آپ کی ولادت ۱۳۴۰ھ میں ضلع مئو کے نہایت مشہور ومعروف خطہ گھوسی کے محلہ کریم الدین پور میں ہوئی۔

آپ کا نسب نامہ کچھ اس طرح ہے مفتی محمد شریف الحق امجدی بن عبد الصمد بن ثناء اللہ بن لعل محمد بن مولانا خیر الدین اعظمی۔

تعلیم وتربیت:

محلہ باغیچہ قصبہ گھوسی کے مقامی مکتب میں آپ نے ناظرہ قرآن شریف کی تعلیم حاصل کی،اور صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی کے منجھلے بھائی حکیم احمد علی علیہما الرحمہ سے گلستاں و بوستاں پڑھی بڑے ہی شوق و دلچسپی اور لگن کے ساتھ یہ تعلیم حاصل کی۔

اور اعلیٰ تعلیم کے لئے ١٠ شوّال المکرم ١٣٥٣ھ کو دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا۔ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ ان سابقین اولین میں سے ہیں جو حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے مبارک پور آنے کے ایک سال بعد ہی حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہمراہ آپ کی خدمت میں پہنچ گئے اور یہی آپ نے حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے زیر سایہ رہ کر آٹھ سال تک اعلی تعلیم حاصل کی۔

شوال المکرم ١٣٦١ھ میں آپ مدرسہ مظہر اسلام بی بی جی محلہ بہاری پور بریلی شریف پہنچے، جہاں ابوالفضل حضرت علامہ سردار احمد گورداس پوری ثم لائل پوری اور محدث اعظم پاکستان سے آپ نے صحاح ستہ حرف بحرف پڑھ کر دورہ حدیث کی تکمیل کی۔اور ١٥ شعبان المعظم ١٣٦٣ھ کو درس نظامی سے فراغت ہوئی۔

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی، مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خاں قادری اور دیگر اجلہ علماء و مشائخ اہل سنت نے اپنے مقدس ہاتھوں سے دستار فضیلت اور جبہ سے نوازا۔ اور اسی مبارک مسعود موقع پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے غایت کرم سے مدرسے کی عام سند کے علاوہ اپنی سندِ خاص سے بھی سرفراز فرمایا۔

اساتذ و مشائخ:

جن حضرات کی تعلیم وتربیت کا آپ کی زندگی پر کافی اثر رہا، ان میں صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی، مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خاں، محدث اعظم پاکستان اور بھی اجلہ علماء کرام و مشائخ عظام علیہم الرحمہ سر فہرست ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ حافظ ملت ابو الفیض مولانا شاہ عبد العزیز محدث مرادابادی ثم مبارک پوری سے سب سے زیادہ فیض پایا۔

اس لیے حافظ ملت قدس سرہ العزیز سے آپ کو غایت درجہ قلبی الفت اور والہانہ عشق وعقیدت تھی۔

درس نظامی کے علاوہ فتویٰ نویسی کی تعلیم و تمرین ایک سال سے زائد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے حاصل کی اور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی بارگاہ میں گیارہ سال رہ کر فتویٰ نویسی سیکھی، یہاں تک کی ایک معتمد و مستند مفتی اور فقیہ

کی حیثیت سے آپ کی ذات گرامی ہند وپاک میں معروف و مشہور ہو گئی اور "نائب مفتی اعظم ہند" کے لقب سے آپ کو علمی حلقوں میں یاد کیا جانے لگا۔

تدریسی میدان میں:

ماہر فن اور جلیل القدر اساتذہ کرام سے اکتساب علم کے بعد حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ نے تقریباً پینتیس(۳۵) سال تک نہایت ہی ذمہ داری کے ساتھ ہندوستان کے مختلف مدارس میں تدریس خدمات انجام دیں۔

آپ نے جن مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں ان مدارس کے نام یہ ہیں۔

- مدرسہ حنفیہ اہل سنت بحر العلوم مئو ناتھ بھنجن۔
- دار العلوم اہل سنت مدرسہ شمس العلوم گھوسی مئو۔
- مدرسہ خیر الاسلام جپلہ پلامو بہار۔
- مدرسہ حنفیہ مالیگاؤں مہاراشٹر۔
- جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرامپور گونڈہ
- دارالعلوم ندائے حق جلال پور فیض آباد
- دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف
- الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پورا عظم گڑھ

اور بھی کئی مدارس میں آپ نے تدریسی خدمات کو انجام دیا۔

اور اخیر میں درس وتدریس کے مشغلہ کو چھوڑ کر جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں شعبہ افتاء کی مستند صدارت پر متمکن ہو کر ۲۴ برس تک رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

تلامزہ:

آپ کے شاگردوں میں ہر ایک آفتاب علم وفن کا درخشندہ ستارہ ہے جن میں چند کے نام پر اکتفا کرتا ہوں۔

ممتاز الفقہاء حضور محدث کبیر علامہ مفتی ضیاءالمصطفی قادری امجدی، خلیفہ مفتی اعظم ہند مفتی محمد مجیب اشرف علیہ الرحمہ، علامہ قمرالدین اشرفی علیہ الرحمہ، خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی، علامہ بدرالقادری علیہ الرحمہ، سراج الفقہا مفتی نظام الدین مصباحی، علامہ یٰسین اختر مصباحی، فقیہ عصر استاذ گرامی مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی علیہ الرحمہ، مولانا فروغ احمد اعظمی۔

فقہ وافتا:

یوں تو شارح بخاری علیہ الرحمہ کو تمام مروجہ علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل تھی مگر فقہ افتاء میں آپ کو جو نمایاں اور جو امتیازی مقام حاصل تھا اس کی نظیر دور حاضر میں کہیں نظر نہیں آتی۔

اور شعبان ۱۳۶۶ھ سے شوال ۱۳۶۷ھ /اگست تک مسلسل چودہ مہینے

آپ نے اپنے وطن قصبہ گھوسی ضلع مئو میں حضور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی سے مختلف انداز سے فقہی استفادہ کیا۔ اوراس کے بعد دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف کے زمانۂ تدریس از شوال ۱۳۷۵ھ تا ۱۳۸۷ھ مسلسل گیارہ سال چند ماہ کی طویل مدت میں آپ نے مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے ہزاروں بار ہزاروں مسائل میں علمی استفادہ کیا اور فتویٰ نویسی کی بھر پور مشق کی۔ اور جلد ہی اپنی خداداد قابلیت ولیاقت، مطالعہ کے ذوق وشوق کی بناپر حضور مفتی اعظم ہند کے معتمد بن گئے اور عوام وخواص میں نائب مفتی اعظم ہند کے نام سے مشہور ہو گئے۔

دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کے ایک جلسے منعقدہ ۱۳۵۹ء میں صدر الشریعہ علامہ شاہ مفتی محمد امجد علی قادری رضوی اعظمی خلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی مبارک پور تشریف لائے تو بغیر کسی ترغیب وتحریک کے آپ انہیں سے بیعت ہوئے۔

آپ حضرت صدرالشریعہ کے سابقین اولین مریدوں میں سے ہیں۔ شوال ۱۳۶۷ھ کو دوسرے سفر حج وزیارت کے موقع پر صدر الشریعہ قدس سرہ نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت دی، اور بریلی شریف کے قیام کے زمانے میں حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفےٰ رضا قادری نوری بریلوی خلفِ اصغر مجدد اسلام امام احمد رضا قادری قدس سرہما نے

رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ کو النور البہاء میں مذکور قرآن وحدیث وسلاسل اولیاء کی تحریری اجازت کے ساتھ سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی بھی اجازت کے ساتھ سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی بھی اجازت مرحمت فرمائی،اور احسن العلماء حضرت سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن علیہ الرحمہ سجادہ نشین خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے عرس قاسمی ۱۴۰۴ھ کے موقع پر بلا طلب اپنے خاندان کے تمام سلاسل جدیدہ کی اجازت عطا فرمائی اور دستار بندی فرمائی۔

مناظرہ:

نائب فقیہ اعظم ہند شارح بخاری نے کئی مناظروں میں مختلف حیثیت سے شرکت فرمائی، کہیں مناظرہ اہلسنت کا علمی تعاون کیا تو کہیں خود مناظرہ کیا، کہیں مناظرے کی صدارت کی۔ درج ذیل مقامات میں آپ کا نمایاں کردار رہا۔ بریلی شریف میں قادیانی سے مناظرہ (بزمانہ طالب علمی) رائے پور ضلع لکھیم پور کھیری، بان دوچترا ضلع پلامو، بھن گاؤں ضلع بستی، بجرڈیہہ بنارس، اور بھی کئی جگہوں پر آپ نے شرکت فرمائی۔

تحریروتصنیف:

اردو زبان وادب سے گہری وابستگی ابتدائی عمر سے ہی رہی یہی سبب ہے کہ ہر زمانہ میں تصنیفی مصروفیات نے ہمیشہ آپ کے لمحات زندگی کا احاطہ کیے رکھا۔

اور آپ کا مختلف مدارس اہل سنت کے زمانہ تدریس میں منتشر طور پر مختلف موضوعات پر کتب و مضامین لکھنے کا عمل جاری رہا لیکن جامعہ اشرفیہ مبارک پور آنے کے بعد کچھ لوگوں کی درخواست اور اصرار پر آپ نے صحیح بخاری کا ترجمہ لکھنے کا بیڑہ اٹھایا، بفضلہ تعالی ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۸ء کو یہ عظیم دینی و مذہبی اور علمی و تاریخی کارنامہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ جسکی خوشی میں جنوری ۲۰۰۰ء کو عروس البلاد ممبئ میں "رضا اکیڈمی" کے زیر اہتمام دو روز عظیم الشان جشن تکمیل شرح بخاری منایا گیا، جس میں آپ کو چاندی سے تولا گیا، مگر ناظرین وحاضرین اجلاس کی آنکھیں حیرت سے اس وقت پھٹی کی پھٹی رہ گئ، جب آپ نے اس وقت منبر رسول پر ایک تہائی چاندی رضا اکیڈمی ممبئ کو تصانیف اعلی حضرت کی اشاعت کے لیے اور دو تہائی چاندی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کو وقف کرنے کا اعلان فرمایا، آپ نے اور بھی بہت سی کتابوں کو تصنیف فرمایا، جن میں سے چند تالیف و تصانیف کے نام درج ذیل ہیں۔

- نزامیۃ القاري شرح صحیح البخاري
- مقالات شارح بخاری
- فتاوی شارح بخاری
- تعلیقات فتاوی امجدیہ
- مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا

- اشک رواں
- اسلام اور چاند کا سفر
- تحقیقات
- فتنوں کی سر زمین کون ، نجد یا عراق ؟
- سنی دیوبندی اختلاف کا مصنفانہ جائزہ
- اثبات ایصال ثواب
- مفتی اعظم ہندا پنے فضل و کمال کے آئینے میں
- شہادت حسین کا ذمہ دار کون ؟
- مسائل حج و زیارت
- السراج الکامل
- فرقوں کی تفصیل

وصال

٦صفر المظفر١٤٢١ھ١١ مئ ٢٠٠٠ ء بروز جمعرات آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ میں نماز فجر اور وظائف و معمولات کی ادائیگی کے بعد دل کے دورہ پڑنے کی وجہ سے پانچ بجکر چالیس منٹ پر اچانک اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف کوچ کیا ، اور یہ علم فن کا راز داں اور استقامت و ثابت قدمی کا

کوہ ہمالیہ ہمیشہ کے لیے آغوش زمین میں محو خواب ہو گیا۔

کیا خبر تھی موت کا یہ حادثہ ہو جائے گا
یعنی آغوش زمیں میں آسماں سو جائے گا

حضور شارح بخاری کی شان فقاہت

محمد مصطفےٰ رضا امجدی گھوسی
جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو

اکیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں عالم اسلام کی ایک ایسی عبقری شخصیت گزری جو میدان فقہ و افتا کی شہسوار تھی ، جس کی رشحات قلم سے ہزاروں کی تعداد میں فتاوی صادر ہوئے ، جس کی قلم نے عوام اہل سنت کی نوک پلک کو سنوارا ، جو آج " شارح بخاری " کے نام سے عوام و خواص کے درمیان جانی اور پہچانی جاتی ہے۔

حضور شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ و الرضوان کی " شان فقاہت ، فقہی بصیرت و خصائص" پر آپ کے فتاوی شاہد ہیں۔ استاذ المکرم حضرت علامہ مفتی آل مصطفےٰ نور اللہ مرقدہ آپ کی فقہی خصوصیات کا اجمالی خاکہ کچھ یوں پیش کرتے ہیں: "

- (۱) جملہ ابواب فقہیہ پر گہری نظر
- (۲) جزئیات کا استحضار
- (۳) پیش آمدہ مسئلہ پر متعلقہ جزئیات و نصوص کو منطبق کرنے کا ملکہ
- (٤) نوپید مسائل میں علت منصوصہ کے اجزا، نصوص کی دلالت اور کتب فقہیہ کے نظائر سے حکم شرعی کا اثبات
- (۵) قرآن و سنت کے نصوص اور اجماع امت اور قیاس مجتہد سے استدلال
- (٦) حالات زمانہ کی رعایت
- (۷) استفتوں کے جوابات لکھنے ، لکھوانے میں برجستگی۔"

آگے حضور شارح بخاری کی ان خصوصیات پر اپنا ذاتی تجربہ پیش

کرتے ہیں ، فرماتے ہیں: "میرا خود ذاتی تجربہ ہے کہ جب میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں حضرت سے افتا کی ٹریننگ لے رہا تھا ، تو املا کراتے وقت میں سوالات سناتا ، وہ جوابات لکھواتے۔ جواب کے لیے نہ کوئی مسودہ بنواتے ، نہ رک رک کر جواب لکھواتے ، بلکہ ایسا معلوم ہوتا کہ پہلے سے یاد کرا ہوا جواب لکھوا رہے ہیں ، کتابوں کا حوالہ جات بھی عموماً زبانی ہی لکھواتے ، بعض ہی استفتوں میں کتابوں کی طرف مراجعت فرماتے ، سوال کے مختلف گوشے ہوتے تو عموماً دوبارہ استفتا سنے بغیر ہر ہر شق اور پہلو کا جواب لکھواتے۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جن میں فقیہ عصر اپنی مثال آپ تھے۔"

حضور شارح بخاری نے اپنی عمر کا کثیر حصہ فتوی نویسی میں لگایا ، یہی وجہ ہے کہ آپ کے فتاوی کی تعداد ۷۰ ہزار سے زائد پہنچتی ہے۔ اسی کہ طرف اشارہ کرتے ہوئے استاذ المکرم مفتی آل مصطفی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں: "حضور شارح بخاری علیہ الرحمۃ و الرضوان کی فقہی خدمات نصف صدی سے زائد کو محیط ہے۔ ۱۳۶۱-۶۲ سے آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا اور اخیر عمر تک فتاوی صادر کرتے رہے ، صرف بریلی شریف کے ایام قیام میں ۲۵ ہزار فتاوی صادر فرمائے۔ دیگر مختلف مدارس اسلامیہ میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ افتا کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔ ان اداروں میں لکھے جانے والے فتاوی کی مجموعی تعداد ہزاروں سے کم نہیں۔ پھر جب ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ کو عالم اسلام کی مشہور درس گاہ جامعہ

اشرفیہ مبارک پور کے شعبۂ افتا میں صدر مفتی کی حیثیت سے آپ کی تقرری عمل میں آئی، تو اخیر عمر تک (جس کی مدت تقریباً ۲۵ سال ہے) افتا کی ذمہ داری پوری سرگرمی کے ساتھ نبھاتے رہے۔ اس طرح مجموعی طور پر آپ کے فتاوی کی تعداد ستّر ہزار سے زائد ہے۔" (شارح بخاری نمبر، ص: ۸۹)

شارح بخاری علیہ الرحمہ نے ہزاروں فتاوی لوگوں کو زبانی بھی بتائے ہیں۔ ۱۹۹۸ء میں جب آپ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں آپ سے پاکستان کچھ کے معتقدین نے ملاقات کی اور پاکستان آنے کی دعوت دی، واپسی میں آپ پہلے پاکستان گئے، وہاں کے لوگوں نے آپ سے ۵۰۰ سے زائد زبانی استفتے کیے تو آپ نے کسی کتاب کی طرف رجوع کیے بغیر اپنی فقہی صلاحیت کی روشنی میں انہیں زبانی جوابات دیے۔

آپ کو حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ و حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بھی سراہا ہے۔ حضور صدر الشریعہ نے تو آپ کی بابت آپ کے زمانہ طالب علمی میں ہی حافظ ملت سے فرمایا دیا تھا کہ: "یہ (شریف الحق) آپ کا نام روشن کرے گا"۔ اور حضور مفتی اعظم ہند نے تو اپنے دار الافتا کی ذمہ داری آپ کے سپرد کر دی، فرمایا: "میں اپنے دار الافتاء کی ذمہ داری آپ کے سپرد کرتا ہوں، آپ (فتاوی) لکھیں۔" حضور شارح بخاری ان دو بزرگوں کے معتمد خاص تھے، یہ بھی آپ کی شان فقاہت پر روشن دلیل ہے۔ (ماخوذ از شارح بخاری نمبر، ص: ۲۸۵)

اللہ سبحانہ تعالی ہم طالبان علوم نبویہ اور تمام سنی مسلمانوں کو حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ کے فیضان کرم سے مالا مال فرمائے۔ آمین

حضور شارح بخاری! اکابرین کی نظر میں

محمد آصف امجدی گھوسی
جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو

فقیہ اعظم ہند حضور شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے زمانہ طالب علمی ہی سے اساتذہ کرام اور مشائخ عظام کے معتمد اور مرکز عنایت تھے، اپنے معاصرین میں بھی انہیں امتیازی شان حاصل تھی، وہ اپنی بلند پایہ علمی و فقہی تدریسی و تبلیغی خدمات کے پیش نظر اہل علم کی ہر محفل کے روشن مینار تھے، اس کا اعتراف ان کے اساتذہ، مشائخ، معاصرین، نائب اور اسلام کے اکابر مفکرین نے بھی کیا ہے، پیش ہے وہ جھلک جنھیں کبھی مشائخ نے کبھی معاصرین نے کبھی ارباب علم و فضل نے مختلف مواقع پر پیش کر کے اپنے جذبات و احساسات کا اظہار فرمایا ہے۔

(۱) حضور صدرالشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان

حضرت فقیہ اعظم ہند کے دور طالب علمی میں حضرت صدرالشریعہ حافظ ملت سے فرمایا۔ ”یہ (شریف الحق) آپ کا نام روشن کرے گا۔“

(۲) حضور مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفی رضا خان قدس سرہ العزیز بریلی شریف

" میں اپنے دارالافتاء کے ذمہ داری آپ کے سپرد کرتا ہوں ، آپ (فتاویٰ) "لکھیں۔

(۳) جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی ، استاذ فقیہ اعظم ہند

" میں جب تم کو پڑھانے لگتا ہوں میرے علم میں جوش آجاتاہے ، اور جی چاہتا ہے کہ جو کچھ حضرت صدرالشریعہ نے عطا فرمایا ہے سب تمہارے سینے میں انڈیل دوں۔ "

(٤) حضور محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد قادری گرداسپوری ، استاذ فقیہ اعظم ہند

ماشاءاللہ " بہت زہین ذی استعداد ہے باتیں سمجھتا ہے اور یاد بھی رکھتا ہے۔ میرے پاس استفتا کی ڈاک کافی جمع ہے ، تم بھی آکر کچھ لکھا کرو ، میرا کام ہلکا ہو جائے گا ۔

(٥) حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن قادری عباسی اڑیسوی

" اے اللہ ! یہ دین کی خدمت کرتے ہیں بڑھاپے ہیں ، فتویٰ لکھتے ہیں ، تقریر کرتے ہیں ، بد مذہبوں کے رد میں کتابیں لکھتے ہیں ، مناظرہ کرتے ہیں ، ان کو شفا عطا فرما ! ان کی آنکھوں کی بینائی باقی رکھ ، تاکہ یہ اسی طرح دین کی خدمت کرتے رہیں ،

اے اللہ میری آنکھوں کی بینائی ان کو دے دے ''

(٦) حضور سید العلماء سید آل مصطفیٰ مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان

'' میں کہتا ہوں تفقہ جس کا نام ہے چند بزرگوں کو چھوڑ کر مفتی محمد شریف الحق میں زیادہ پایئے گا۔ ''

(٧) حضور احسن العلماء سید مصطفیٰ حیدر حسن علیہ الرحمۃ والرضوان مارہروی

'' مفتی شریف الحق میرے مفتی ہیں، برکاتی مفتی ہیں۔ وہ اپنے دور کے امام ابویوسف اور امام محمد ہیں ''

(٨) حضور امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں مارہروی علی گڑھ سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

'' آج میں اس برکاتی منبر سے علما ومشائخ اور ہزاروں سامعین و زائرین کی موجودگی میں خادم آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کی حیثیت سے حضرت شارح بخاری کو فقیہ اعظم ہند کا خطاب دیتا ہوں۔ ''

(٩) رئیس القلم مناظر اہلسنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان

'' حضرت شارح بخاری الفقیہ الکبیر، العلامۃ التحریر، فقیہ النفس،

مرجع العلماء ، فرید العصر ، آپ نے میدان مناظرہ میں اہلسنت کی جو رہنمائی کی ہے وہ آپ کی ذہانت علمی استحضار قوت حافظہ کے کمال کا قفید المثال نمایاں نمونہ ہے ، آپ کی قدر اور شخصیت علمی اعتبار سے اتنی اونچی ہوگئی کہ اب آپ ملک کے ہر حصے میں نظر آتے ہیں ۔

(۱۰) بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان

" حضرت شارح بخاری کی شان فقہ و افتا کا امتیازی مقام علمائے اعلام کے درمیان ہمیشہ مسلم رہا ہے ، بڑے بڑے مفتیان کرام ، مدارس کے شیخ الحدیث حضرات اہم پیچیدہ علمی و فقہی مسائل میں آپ کی طرف رجوع فرماتے۔"

(۱۱) استاذ المکرم ممتاز الفقہاء حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی سربراہ اعلیٰ طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

" حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی جماعت کے ممتاز ترین صاحب علم و بصیرت باقیات صالحات میں سے ایک ہیں۔ ذکاوت طبع اور قوت اتفاق وسعت مطالعہ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ حضرت شاح بخاری میرے خاندان کے علمی وقار تھے۔"

(ماخوذ معارف شارح بخاری)

حضور شارح بخاری بحیثیت مناظر

محمد خزیمہ امجدی گھوسی
متعلم طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

مناظرہ دنیائے علم وفن میں سب سے مشکل و دشوار کن امر ہے۔ اسی لیے مناظر کے لیے ضروری ہے کہ وہ لا جواب متکلم ہو۔ طلیق اللسان ہو۔آداب کلام سے واقف ہو۔ جذبات سے مغلوب نہ ہو۔ صبر و تحمل ، متانت وسنجیدگی کا پیکر ہو۔ حریف کا نفسیاتی گھیراؤں کرنے کا طریقہ رکھتا ہو۔ وقت مناظرہ مناظر کو جلدی خاموش کرنے کی کوشش نہ کرے ، کبھی کبھی کچھ کمزور باتیں زبان سے بے ساختہ نکل جاتی ہیں جو مدمقابل کے لیے کامیابی کا سامان بن جاتی ہے۔ وقت مناظرہ مناظر ٹیک لگا کر امیروں کی طرح نہ بیٹھے بلکہ فقیروں کے انداز میں بیٹھے ، کیونکہ اس طرح بیٹھے سے ذہن دماغ منتشر ہونے سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی طرح وقت مناظرہ مناظر کو بہت زیادہ بھوکا پیاسا نہیں رہنا چاہیے اس لیے کہ اس سے غصہ آتا ہے جو کہ مناظرہ کے آداب کے خلاف ہے ، اور بہت زیادہ آسودہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ اس سے سستی پیدا ہوتی ہے۔ (مخلصاً مناظرہ رشیدیہ)

یوں ہی شرائط مناظرہ نہایت ہی ہوشیاری و دانشمندی سے طے کرے۔ حریف کی کوئی ایسی شرط منظور نہ کرے جو آگے چل کے اپنے ہی ہاتھوں نقصان اٹھانے کی نوبت آجائے۔ جو درج بالا اوصاف کمال کا جامع و پیکر ہو وہی میدان مناظرہ کا شہسوار ہے وہی مناظرہ کا حق رکھتا ہے ۔

فقیہ اعظم ہند حضور شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ صرف ایک مناظر ہی نہیں بلکہ اربا مناظرہ کے قافلہ سالار بھی ہیں ، کیونکہ شارح بخاری شہزاد اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ کی صحبت بابرکت میں رہ کر فقہ و افتاء

کے ساتھ ساتھ مناظرہ کے رموز او قاف کو بڑے دلجمعی کے ساتھ سیکھا تو مفتی اعظم ہند کی نظر ولایت نے آپ کو صرف ایک مناظر ہی نہیں بلکہ سلطان المناظرین کے منصب جلیلہ پر فائز فرمایا دیا۔

حضور شارح بخاری کے مناظرے:۔

حضور شارح بخاری ایسے جامع شخصیت حاضر جوابی، حسن تفہیم، زور بیان بد مذہب اہل سنت پر زبان طعن دراز کر کے بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔ فوراً آپ اور دیگر ذہین طلبہ اسے اپنے سوالات کے گھیرے میں لے لیتے اور اسے جواب دینا دوبھر ہو جاتا۔ بریلی شریف میں بھی دوران طالب علمی اس طرح کے واقعات پیش آئے۔

تیرے ہوتے اہل سنت پر کھلے کس کی زباں
فتنۂ اشرار کو روکے تو وہ دیوار ہے

حضرت نے اب تک جن مناظروں میں شرکت فرمائی:۔

(۱) ان میں بریلی شریف کا قادیانی سے مناظرہ
(۲) گیا
(۳) رائے پور کھیری
(۴) بھبن گاواں
(۵) چاندوں چترو
(۶) کٹک
(۷) جھریا
(۸) بجرڈیہ
(۹) بدایوں

(۱۰) سیتا پور کے مناظرے یادگار ہیں ان کے علاوہ بہت سے ایسے مناظرے ہیں جن میں حضرت تشریف لے گئے۔ ان میں سے چند مناظروں کی تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

مناظرہ بریلی شریف:۔

۱۳۶۲ھ کا زمانہ تھا جب حضرت شارح بخاری دام ظلہ بریلی شریف میں مدرسہ مظہر اسلام مزہ بی بی جی میں محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد رضوی قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر دور حدیث کی تکمیل کر رہے تھے بریلی شریف کی سے زمین دین و سنیت کے انوار سے جگمگا رہی تھی۔ بریلی شریف کے محلہ بہاری پور میں ایک قادیانی بھی آیا کرتا تھا اور سیدنا عیسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور سیدہ مریم عزرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تعلق سے اپنی بد عقیدت کی خباشتیں پھیلایا کرتا۔اتفاق سے وہ ایک بار سیدنا عیسیٰ علیہ السلام حیات و ممات پر لوگوں سے بحث کر رہا تھا۔لوگ اس کی بحث سے تنگ آجاتے تھے اسے پکڑ کر حضرت شارح بخاری کے پاس لے آئے جو اس وقت طالب علم تھے۔ جب وہ شخص آیا تو حضرت نے اسے چند منٹ میں خاموش کر دیا لیکن وہ اپنی حرکت سے باز نہ آیا اور پھر دو تین بعد آکر تیور میں کہنے لگا کہ میں عربی نہیں جانتا اس لئے میں آپ سے دلائل کی روشنی میں کسی مسئلہ پر بات نہیں کر سکتا۔ راجپوت میں ہمارے ایک مولانا صاحب رہتے ہیں وہ پرسوں آنے والے ہیں میں آپ سے انکی ملاقات کرا دیتا ہوں آپ اب سے اس مسئلہ پر گفتگو کر لیں حضرت نے اسے بخوشی منظور فرما لیا۔ دو دن بعد آکر اس نے اطلاع دی کہ ہمارے مولانا صاحب آگئے ہیں آپ تشریف لے چلیں۔ حضرت فوراً کھڑے ہوگئے اور اس کے ساتھ اس رامپوری قادیانی مولوی کے پاس گئے جو ایک دوسرے قادیانی کے گھر ٹھہرا ہوا تھا۔ یہ قادیانی مولوی تقریباً چالیس سال کا تھا۔ اس نے حضرت کے جاتے ہی فوراً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و ممات کے موضوع پر لیکچر دینا شروع کر دیا۔ حضرت نے اس سے فرمایا ہمارے اور آپ کے

درمیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و ممات کا مسئلہ اتنا اہم نہیں جتنا کہ مرزا غلام احمد صاحب کے کفر و اسلام کا مسئلہ ہے۔ گفتگو کا یہ پہلو بنیادی اور مرکزی ہے اس لئے پہلے اس پر ہی گفتگو ہو جائے۔ بعد میں حیات مسیح کے مسئلہ پر بھی گفتگو ہو جائے گی۔

قادیانی مولوی:۔ جب ایک مسئلہ پر گفتگو ہو چکی ہے تو اسے مکمل کر لیا جائے۔

شارح بخاری:۔ جناب آپ نے تو از خود یہ گفتگو چھیڑ دی ہے ورنہ ابھی طرفین کی رضا مندی سے تو باضابطہ گفتگو کا آغاز ہی نہیں ہوا۔ میں نے دوسرا موضوع گفتگو اس لئے دیا اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ آپ کے مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام کی شان رفیع میں گستاخی کی ہے اس لئے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

قادیانی مولوی:۔ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا ہے بلکہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

شارح بخاری:۔ حضرت مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے یا نبوت کا ؟ اس لئے ان کی کتابوں کو دیکھنے کے بعد ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔فی الحال اسے رہنے دیجئے لیکن اتنا تو طے ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے جس کی وجہ سے وہ مسلمان نہ رہے کافر ہو گئے اور جب وہ کافر ہو گئے تو نہ مسیح موعود رہے اور نہ مہدی زماں۔

قادیانی مولوی:۔ آپ تو ہر مسئلہ کے بارے میں یہی کہتے جائیں کہ رہنے دیجئے تو بات کیسے بڑھے گی؟

شارح بخاری:۔ جناب گفتگو اپنے موضوع پر ہی ہو رہی ہے۔ مسیح موعود ہونا، مہدی ہونا، نبی ہونا یہ سب مسلمان ہونے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ ایمان اصل ہے۔ مسیحت ، نبوت ، مہدیت اس کی ضرع ہے۔ جب مرزا مسلمان ہی نہیں تو نہ نبی

کہ سکتے ہیں نہ مسیح۔ آپ نے ان کے مسیح موعود ہونے کا ہی دعویٰ کیا ہے تو گفتگو موضوع ہی سے متعلق ہوئی ہٹی کہاں؟ رہ گیا میرا یہ کہنا اسے فی الحال رہنے دیجئے اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے یا نبوت کا یا مہدی زماں ہونے کا اس کا فیصلہ آپ کی کتابوں سے ہی ہو سکتا ہے۔ آپ اپنی کہے جائیں اور میں اپنی تو گفتگو کا حاصل نہ نکلے گا اور تلخی میں بھی اضافہ ہوگا۔ اور ہمارا مقصد کہ مرزا صاحب مسلمان نہیں ، اس کے بغیر بھی حاصل ہے اس لئے میں نے کہا کہ اس مسئلہ کو فی الحال رہنے دیجئے۔ ہماری آپ کی گفتگو ایک اچھے ماحول میں افہام و تفہیم کے لئے ہو رہی ہے اس لئے تلخیوں سے بچنے کی خاطر اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک موضوع پر بات کرنے کے بجائے دوسرے تفہیمی موضوع پر بات کی جائے۔

قادیانی مولوی:۔ یہ مرزا صاحب پر افتراء ہے کہ انہوں نے کسی نبی توہین کی ہے۔

شارح بخاری:۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب کشتی نوح میں یہ شعر لکھا۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

اس شعر میں دو دو کفر موجود ہیں۔ پہلا کفر تو یہ ہے کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تحقیر دوسرا کفر یہ ہے کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مرزا غلام احمد کی فضیلت دکھائی گئی ہے اور کسی نبی کی توہین اور غیر نبی کو نبی سے افضل بتانا دونوں الگ الگ مستقل کفر ہے۔

قادیانی مولوی:۔ اس شعر میں تحقیر نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین منسوخ ہو چکا ہے ان کے ذکر سے فائدہ کیا اور آج امت کی ہدایت کے لئے سب کی تعلیمات کی کیا ضرورت ؟ امت کی اصلاح کے لئے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات

کی حاجت ہے جس کو اس زمانے میں حضرت مرزا صاحب بخیر و خوبی پھیلا رہے ہیں اس لئے بہتر یہ ہوئے۔

شارح بخاری:۔ پھر قرآن مجید میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے اور احادیث میں ذکر ہے یہ سب بلا ضرورت اور لغو ہے؟ کیا آپ کا یہ ایمان ہے کہ قرآن مجید میں غیر ضروری اور لغو باتیں ہیں ؟ اگر ایسا ہے تو یہ خود کفر ہے۔

صاحب مکان قادیانی کے یہاں پانچ دس سنی مسلمان بھی کام کرتے تھے اس کے دوران وہ سب بھی اکٹھا ہو گئے اور مالک مکان قادیانی بھی کھڑا ہو کر گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ معاملہ پھنس گیا اور ان کے رامپوری مولوی صاحب بری طرح الجھے ہوئے ہیں تو اس نے کہا کہ اب آپ جائیے۔ حضرت اٹھ کر چلے آئے۔

اس مباحثہ کا مدرسہ میں چرچہ رہا۔ دوسرے دن حضرت اپنے استاذ گرامی محدث اعظم پاکستان قدس سرہٗ کے پاس حاضر ہوئے۔ ساری گفتگو سنائی تو استاذ صاحب بہت خوش ہوئے، دعائیں دیں۔ فرمایا: ماشاءاللہ آپ مناظر بھی ہیں۔ اس کے بعد کبھی کبھی تفریح میں مناظر صاحب بھی کہہ دیا کرتے تھے۔

شارح بخاری ایک عظیم مصنف و مدرس

عمران احمد امجدی گھوسی
جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو

یوں تو مقصد زندگی کے تعین کے سلسلہ میں اکثر انسان کم فہمی کا شکار ہے اور انہیں اس کا احساس بھی نہیں ہے ، کیوں کہ وہ ہدایت سے محروم ہیں لیکن نہایت تعجب اور افسوس کی بات یہ ہے کہ امت مسلمہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اپنی آخری کتاب یعنی قرآن کریم کے ذریعہ مقصد زندگی سے پوری طرح آگاہ کردیا تھا ، آج اس سے غافل ہوکر کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی طرح دنیوی زندگی اور اس کے متعلقات کو ہی اپنی زندگی کا مقصد بناچکی ہے۔ مال و دولت اور آرام و آسائش کی چیزوں کا حصول ، دنیوی جاہ و منصب اور حشم و خدم کی تمنا ہی اب اکثر افراد کی زندگی کا مقصد رہ گیا ہے ، الا ماشاء اللہ ۔

اگر آپ نے اچھے اخلاق اور اعلیٰ میعار کے ساتھ ایک بہترین طرزِ حیات و طرزِ عمل پر مبنی زندگی گزار لی تو یقین کیجیے کہ اس دنیا سے جاکر بھی زندہ و جاوید رہیں گے۔دنیا میں بہت کم شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو کامل طرز حیات و طرزِ عمل رکھتی ہیں۔ جن کا رہن سہن ، ملنا جلنا ، اٹھنا بیٹھنا ، بات چیت ، لب و لہجہ ، اخلاق و تمیز ، الغرض شخصیت کا ہر انداز و فکر کامل اور بے مثال ہوتا ہے۔

حضور شارح بخاری فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمۃ و الرضوان بھی

ایسی ہی چنیدہ شخصیات میں سے ایک تھے۔آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ،آپ جس علاقہ میں پیدا ہوئے یہ علاقہ زمانۂ قدیم سے ہی مختلف علوم وفنون کا گہوارہ رہا ہے ، یہاں کے اہل علم حضرات نے الگ الگ دور میں الگ الگ علوم وفنون کو پروان چڑھایا اور ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے، جو آج بھی لوگوں کے لیے مشعل راہ بنے ہوئے ہیں ۔

شارح بخاری اور تدریسی خدمات

حضور شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان درس نظامی کے تکمیل کے بعد تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا اور مختلف اداروں میں درس و تدریس کے فرئضہ کوانجام دیتے رہے اور ہزاروں تشنگان علوم و معارف کو دولت علم سے آراستہ فرمایا اخیر میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ۲۳ / ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۳ / دسمبر ۱۹۷۶ء تا ٦ صفر المظفر ۱٤۲۱ ھ مطابق ۱۱ مئ ۲۰۰۰ء یوم وصال تک خدمت افتاء انجام دیتے رہے ۔

ہندوستان کے اہم مدارس میں تقریباً ۳۵ / سال درس و تدریس کا فرئضہ پورے خلوص و للہیت کے ساتھ انجام دیا ، آپ کی تعلیم و تربیت سے بہت بلند پایہ علماء ، محققین ، اور نابغہ روزگار مدرسین پیدا ہوئے جن کے ذریعہ علم و فضل کی محفلیں روشن ہوئیں۔

شارح بخاری اور تصنیفی خدمات

یوں تو حضور شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کو اللہ رب العزت

نے ہر میدان کا شہنشاہ بنایا، اور آپ نے بہت ساری دینی خدمات انجام دی ۔ مگر آپ کی تصنیفی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو نزہتہ القاری ، اسلام اور چاند کا سفر، فتاویٰ شارح بخاری (گیارہ جلدیں) فتنوں کی سرزمین کون ؟ نجد یا اعراق جیسی اور بھی بہت ساری کتابیں شامل ہیں ۔

نزہتہ القاری

یوں تو حضور شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی تمام تصانیف علمی دنیا میں اور اہل علم کے مابین ایک اہم مقام رکھتی ہیں۔ لیکن " نزہتہ القاری " شاہکار عظیم ترین علمی و دینی کارنامہ ہے۔ اس پر آپ کی خدمت میں جس قدر بھی تعریف و توصیف کا خراج پیش کیا جائے کم ہے۔ عمر کے آخری حصے میں پہنچ کر ضعف و پیری کے عالم میں بخاری شریف جیسی عظیم کتاب کی شرح لکھنا معمولی امر نہیں ، بڑے اعلیٰ حوصلہ اور بلند ہمتی کی بات ہے۔ آپ نے اپنا خون جگر صرف کیا ہے تب یہ عظیم دولت ہمارے ہاتھوں میں آئی ہے۔

(شارح بخاری نمبر ص ۷۰)

فقہ وافتاء

آپ کو جو نمایاں اور امتیازی مقام حاصل تھا اس کی نظیر عہد حاضر میں کہیں نظر نہیں آتی ۔

تقریباً پچیس ہزار فتاویٰ آپ نے بریلی شریف میں قیام کے

دوران تحریر فرمائے اور زبانی طور پر عوام و خواص کو ہزاروں مسائل سے واقف کیا جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں تشریف لانے کے بعد صرف افتاء کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی جامعہ اشرفیہ میں قیام کے دوران آپ کے لکھے ہوئے فتاوے تقریباً ٦٠ ہزار ہیں۔

حضور شارح بخاری کی تصانیف کی فہرست درج ذیل ہیں

- (۱) نزہتہ القاری شرح صحیح البخاری ۹ /جلدیں
- (۲) اشرف السیر نصف اول جلد اول
- (۳) اسلام اور چاند کا سفر
- (۴) السراج الکامل
- (۵) اشک رواں
- (٦) تحقیقات دو حصے
- (۷) اثبات ایصال ثواب
- (۸) منصفانہ جائزہ
- (۹) مقالات امجدی
- (۱۰) مقالات شارح بخاری تین جلدیں
- (۱۱) فتاوی شارح بخاری (گیارہ جلدیں)
- (۱۲) اذان خطبہ
- (۱۳) تنقید بر محل
- (۱۴) فتنوں کی سرزمین کون ؟ نجد یا عراق

- (۱۵) مفتی اعظم اپنے فضل و کمال کے آئینے میں
- (۱۶) حواشی فتاوی امجدیہ جلد اول، دوم

حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ کے یہ وہ عظیم کارنامے ہیں جن کو رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ رب العزت حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمایا اور ان کے فیوض و برکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

علامہ بدرالقادری کے تصنیفی کارنامے

محمد فیض رضا امجدی گھوسی
طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

علامہ بدرالقادری علیہ الرحمۃ تصنیفی، تالیفی، تحریری، تنظیمی، تحریکی، دعوتی وغیرہ کمالات کے عطر مجموعہ ہیں۔ ہر میدان میں وہ اپنے معاصرین سے ایک قدم آگے نظر آتے ہیں۔ اگر تصنیفی میں دیکھا جائے تو آپ کا قد بہت بلند نظر آتا ہے

تذکرہ سید سالار مسعود غازی

یہ کتاب ۱۹۷۳ء میں لکھی گئی۔ یہ شہید اعظم ہندوستان حضرت سید سالار مسعود غازی قدس سرہ کی سوانح حیات اور مجاہدانہ کارناموں پر مشتمل ہے۔ آپ حضرت محمد بن حنفیہ کے توسط سے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کی اولاد میں ہیں۔ سلطان محمود غزنوی آپ کے ماموں تھے۔ آپ ساڑھے 17 سال کی عمر میں شہید ہوئے۔مزار مبارک بہرائچ شریف میں ہے۔ علامہ بدرالقادری نے زیر نظر کتاب میں آپ کی کرامات بھی بیان کی ہیں۔

اشرفیہ کا ماضی اور حال

اشرفیہ کی تاریخ پر یہ پہلی کتاب ہے جو ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں "اشرفیہ" کے صرف مدرسہ "مصباح العلوم" کے نام سے ۱۹۰۸ء میں بنیاد پذیر ہونے سے لیکر حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کا مبارک پور آمد تک متعدد اساتذہ مصباح العلوم کا بھی ذکر ہے۔

حضور اشرفی میاں اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃاللہ علیہما کے ہاتھوں "اشرفیہ مصباح العلوم" تاریخی نام "باغ فردوس" کی بنیاد ڈالنے سے لے کر "الجامعۃ الاشرفیہ" کی ٦ مئ ۱۹۷۲ء حضور مفتی اعظم کی پہلی اینٹ رکھنے تک کی سنہری تاریخ کا بیان ہے ۔زیر نظر تصنیف میں صدرالشریعہ اور حافظ ملت کی سیرت نگاری بہت ہی شاندار طریقے سے کی گئی ہے۔
تقسیم ہند کے بعد جب مسلمانان ہند پاکستان کوچ کر رہے تھے اس وقت صدرالشریعہ اور حافظ ملت علیہما الرحمہ نے مسلمانان مبارک پور کو ہجرت سے روکنے ان کے اندر عزم و حوصلہ کی نئ روح پھونکنے کا جو قائدانہ کردار ادا کیا اس کا بھی تذکرہ موجود ہے ۔

فلسفۂ قربانی

اس رسالہ میں اسلام کے فلسفۂ قربانی پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔
عالمِ کبرِ سنی میں اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی اطاعت شعار بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مکہ کی غیر آباد وادی میں لاکر بحکم الہٰی چھوڑ جانا، حضرت ہاجرہ کا پانی کی تلاش میں دوڑنا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کی رگڑ سے "زم زم" کا جاری ہونا، بنی جرہم کے قافلہ کا اس وادی میں قیام پذیر ہونا، تیرہ سالہ لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رضائے الہی کے لیے چھری پھیرنا، سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنت سے دنبہ کا رکھا جانا، تمام پاکیزہ واقعات اس رسالہ میں ذکر کئے گئے ہیں ۔
قربانی کی حکمت، قربانی کے شرعی احکام، قربانی کی تعریف قربانی کے

وقت، قربانی کے طریقے، قربانی کے جانور عقیقہ کے طریقے و غیرہ پر مصنف نے بہت اچھی طرح روشنی ڈالی ہے ۔

یہ رسالہ قرآنی آیات کی روشنی اور احادیث مصطفی ﷺ کی عطر بیزی سے منور و معطر ہے۔

زمین پر اللہ کا گھر

اس رسالہ میں علامہ بدرالقادری علیہ الرحمۃ نے مسجد کی اہمیت، فضیلت، عظمت، تعمیر مسجد کے مقصد پر روشنی ڈالی ہے، پہلی مسجد، دوسری مسجد، تیسری مسجد کی تاریخ بیان کی ہے، مساجد کی تعمیر کی تاریخ، مسلمانوں کی مسجد سے وابستگی ، مسجد اور اس کے دائرہ عمل وغیرہ کا حقیقی اور ایمان افروز بیان زبان و بیان کی خوبصورتی کے ساتھ کیا ہے۔

مسلمان اور ہندوستان

اس کتاب میں مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد سے لیکر اب تک کی، امن و محبت، عدل و رواداری حکومت و استحکام، بد امنی ہنگامہ آرائی، نفرت و عصبیت، محکومی، بابری مسجد اور ایودھیاکی تاریخ بھی اس میں بیان کی گئی ہے ۔ انگریزوں کی عیاری، فرقہ پرستوں کی مسلم دشمنی، مسلمانوں پر مسلط کیے جانے والے فسادات، پولیس او پی۔اے سی کی بزدلی، مسلمانوں پر مظالم، قانون شکنی حکمرانوں کی بے حسی، وغیرہ کا منظر نامہ ہے۔

بزرگانِ دین کی مختصر سوانح عمریاں بھی ہیں، انکی دینی و انسانی خدمات کا بھی ذکر ہے

اسلام اور خمینی مذہب

اسلام سے کٹ جانے والے گمراہ فرقوں میں شیعیت ایک بہت گھناؤنا، خطرناک اور زہریلا فرقہ ہے۔ ایران اس کا ہیڈ کواٹر ہے۔ اپنے خمیر اصلی یہودیت کی طرح زر اور زن اس کی مذہبی تبلیغ کے وسائل ہیں ۔ جنسیت اور گالی یعنی متعہ اور تبرا اس دھرم میں عبارت ہے اور تقیہ کو تقویٰ کا درجہ حاصل ہے ۔

اس کتاب میں علامہ بدرالقادری علیہ الرحمۃ نے شیعیت کی تاریخ، شیعی فرقے، خمینی کے عقائد و نظریات، تقیہ، متعہ، تبرا، سینہ کوبی عزاداری نیز شیعی دھرم کی رسول سے دشمنی، صحابہ کرام کی شان میں ان کی گستاخی وغیرہ پر اس انقدار اور تحقیقی تصنیف میں بھرپور روشنی ڈالی ہے ۔یہ کتاب خمینیت اور شیعیت کا پوسٹ مارٹم ہے۔ اور یہ کتاب کلیۃ البنات الامجدیہ میں داخل نصاب ہے۔

مولانا رضوان احمد اعظمی

مولانا رضوان احمد شہید علیہ الرحمۃ والرضوان مولانا بدرالقادری علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی ہیں۔ اور الحمدللہ ثم الحمد للہ میرے حقیقی دادا جان ہیں ۔آپ کو بھیونڈی کے فساد میں ۱۸ مئی ۱۹۸٤ء کو دن دہاڑے شیو سینکوں اور ہندو مہا سنگھ کے بلوائیوں نے مسجد کے اندر بے دردی کے ساتھ شہید کردیا اور لعنت ہو ان لوگوں پر کہ انہوں نے آپ کی نعش بھی غائب کر دی ۔

بھائی، بھائی ہی ہوتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ بھائی کی اس المناک موت پر علامہ بدرالقادری علیہ الرحمۃ کس قدر صدمہ ہوا ہوگا؟ وہ بھی علم و عمل،

اور نیکی و محبت کے پیکر، مولانا رضوان احمد علیہ الرحمۃ، جید عالم دین، بہترین واعظ، مفتی اعظم نوراللہ مرقدہ اور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے ۔

اس کتاب میں جہاں علامہ بدرالقادری علیہ الرحمۃ کا اپنے برادر اکبر، ایک شہید ملت کو محبت و عقیدت کا خراج ہے وہیں مسلمان اہل سنت کی جانب سے شہید ملت مولانا رضوان احمد اعظمی کو خراج عقیدت کے حوالے سے شہدائے اسلام، شہدائے بھیونڈی و بمبئی اور غیرت مند مردان خدا کی عقیدت کے خراج کی حیثیت بھی اسے حاصل ہو گئی ہے ۔

شعری تصانیف علامہ بدرالقادری علیہ الرحمۃ

- (۱) مناجات بدر
- (۲) قطعات بدر
- (۳) الرحیل
- (٤) جمیل الشیم
- (۵) بادۂ حجاز
- (٦) حریم شوق
- (۷) قم باذن اللہ
- (۸) قلمی دیوان
- (۹) باب جبریل
- (۱۰) شاخ سدرہ
- (۱۱) تحفۂ حرمین
- (۱۲) سلسبیل
- (۱۳) حرف نیاز
- (١٤) کسک
- (۱۵) نشیدہ روح

نثری نگارشات مولانا بدرالقادری علیہ الرحمۃ

- (۱) تذکرہ سید سالار مسعود غازی
- (۲) اشرفیہ کا ماضی اور حال
- (۳) اسلام اور تربیت اولاد
- (٤) میاں بیوی اسلام کی روشنی میں
- (۵) یورپ اور اسلام
- (٦) مولانا رضوان احمد اعظمی

- (۷) اسلام اور امن عالم
- (۸) مسلمان اور ہندوستان
- (۹) فلسفۂ قربانی
- (۱۰) زمین پر اللہ کا گھر
- (۱۱) سنت کی آئینی حیثیت
- (۱۲) اسلام اور خمینی مذہب
- (۱۳)جادہ منزل
- (۱۴) بزم اولیاء
- (۱۵) عورت اسلام میں

(ماخوذ از حیات اور کارنامے)

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت حضرت علامہ بدرالقادری علیہ الرحمۃ کے تربت اقدس پر رحمت و انوار کا نزول فرمائے اور حضرت کا فیضان ہم پر تادیر قائم و دائم فرمائے آمین ثم آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامہ بدر القادری کی تقدیسی شاعری

تفسیر رضا امجدی گھوسی
طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

جس طرح عبادات کے لیے کچھ آداب مقرر ہیں اسی طرح نعت گوئی کے لئے بھی کچھ قوانین ہیں ، جو اتنے ہیں کہ ان کی حدود میں رہ کر نعت کہنا بڑے دل گردے کا کام ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نعت گوئی کا حقیقی شعور توفیق ایزدی ہی سے نصیب ہوتا ہے ۔ جملہ اصناف سخن میں نعت ہی ایسی صنف ہے جو انتہائی دشوار اور مشکل ہے ۔ اس میدان میں بڑے بڑے ہوشمند ٹھوکریں کھاتے دیکھے گئے ہیں ۔ رنگ مجاز میں آپ آزاد ہیں لیکن نعت کے تقاضوں کو وہی پورا کر سکتا ہے جس کا دل سرکار مدینہ کی حقیقی اور سچی محبت سے سرشار ہو ،جو دیوانوں کی طرح سوچے اور ہوشمندوں کی طرح لکھے ۔ یہ ایک ایسا گلستاں ہے جس میں پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی ہیں ، جن سے ایک کاملِ فن ہی دامن بچا کر پھول چن چن سکتا ہے ۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ نعت گوئی کے متعلق فرماتے ہیں :۔

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا بڑا مشکل کام ہے ، جس کو لوگوں نے آسان سمجھ لیا ہے اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے ، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے ،اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے ۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں صاف راستہ ہے ، جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اصلا حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے" (ملفوظات اعلی حضرت ج: ۲ ، ص: ۴۰)

میدانِ نعت شاعری اختر ہے پر خطر زمیں
یہ مجلسِ غزل نہیں منہ کو ذرا لگام دو

خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند ، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت حضور بدر ملت ، حضرت علامہ بدر القادری مصباحی علیہ الرحمہ کو اردو کی نعتیہ شاعری پر مہارت تامہ حاصل ہے ۔ اس لیے میرے جیسے تہی دست اور کوتاہ علم کے لیے ان کے فنی کمالات اور ادبی و شعری قلم کاریوں کا احاطہ کر لینا مشکل ہی نہیں نا ممکن ہے ،تاہم اپنی بساط کے مطابق ان کی نعتیہ شاعری کا ذکر کرکے ان کے فیوض و برکات سے سرشار ہونے کی کوشش کرتا ہوں ۔

علامہ بدر القادری کا تخلص بدر ہے ۔

آپ کے نعتیہ مجموعے بابِ جبریل ، جمیل الشیم ، بادۂ حجاز ، حریمِ شوق ، قم باذن اللہ وغیرہ ہیں۔

علامہ بدر القادری کے یہاں گو غزلیہ و ہماویہ شاعری کے گلہاے معطر بھی ہیں لیکن وہ حقیقتاً تقدیسی شاعری یعنی نعت گوئی کے لیے وقف ہیں جیسا کہ خود فرماتے ہیں ۔

کچھ اشک بہانے دو کچھ نعت سنانے دو دل میں شہ بطحا کی تصویر بسانے دو
(حریم شوق)

تمنا دل میں ہے لکھوں تِری مدح و ثنا آقا اسی عالم میں ٹوٹے زندگی سے رابطہ آقا
(جمیل الشیم)

زندگی بھر نعت پڑھ سرکار کی
بدر تجھ کو کار احسن مل گیا (حریم شوق)

نعت روح کی غذا ، دل کا سکون ، نورِ ایمان ، مومن کی پہچان اور انقلاب آفریں نغمہ ہے ۔ یہی وہ نغمۂ عشق و محبت ذکرِ حسین و جمیل ہے جسے سن کر باغِ تفکر مشکبار ہو جاتا ہے ، فرماتے ہیں:

نعت سے روح کا اجالا ہے نعت دل میں سرور لاتی ہے
انقلاب آفریں ہے نغمۂ نعت نعت ایماں کا نور لاتی ہے
(قلمی دیوان)

ذکروخیالِ مصطفیٰ:۔ یادِ حبیب اور ذکر حبیب ہی عاشق کا سرمایہ حیات اور اس کی زندگی کا سکھ چین ہے ۔ ذکر رسول ﷺ تو بندۂ مومن کا وظیفہ ہے ، عبادت ہے ۔ یہی وہ حسین ذکر ہے جو وجود انسانی کو سرمدی سرشاریوں میں گم کر دیتا ہے ۔ علامہ بدر کے چند اشعار ملا خطہ کیجئے : ۔

نبی کی یاد میں رونا ہے مشغلہ جس کا اس آنکھ میں تو انوکھا خمار ہوتا ہے
بسر جو ہوتا ہے یاد وخیال میں ان کے خوشا وہ لمحہ بڑا تابدار ہوتا ہے
(حریم شوق)

ذکر رسول دل عاشق کا قرار اور دوائے بیمار ہے ۔

مجھے صرف ذکرِ پیمبر سناؤ
میں بیماریوں میں دوا چاہتا ہوں (قلمی دیوان)

ذکر رسول پاک جنہیں نصیب ہو جا تا ہے ، وہ ہمہ وقت اس ذکر میں مشغول رہنا چاہتے ہیں ۔ایسا سرور و کیف اس ذکر میں ہے اور کیوں نہ ہو یہ ذکرِ خلاصۂ وجود ہے۔

جنہیں نصیب ہوا لطف ذکر شان حضور رہے وہ شام و سحر وقف داستان حضور
(جمیل الشیم)

ذکر رسول پاک ہے ذکر خلاصۂ وجود آؤ کہ میں سمیٹ دوں شرح و بیان کائنات
(حریم شوق)

عاشق تو بعد مرگ بھی نعت رسول میں مست رہنا چاہتا ہے ۔

میں بعد مرگ بھی نعت نبی میں مست رہوں
ہے یہ لباس بقا میرا ذکر شان حضور (بادۂ حجاز)

لباسِ بقا کی ترکیب بہت خوب ہے۔

ہجرِ حبیب میں رنگینیٔ خیال اور نزاکت فکر ملاحظہ کیجیے ۔

جو اشک آنکھ سے گرتا ہے ہجر سرور میں
حقیقتاً وہ در شاہوار ہوتا ہے (حریم شوق)

مدینہ منورہ سے وابستگی:۔ محبوب کے دیار اور اس کے شہر سے بڑھ کر عاشق کی نظر میں کوئی شہر و دیار و در و آستاں ہوتا ہی نہیں ہے۔

مدینہ منورہ سے وابستگی کا اظہار مدنی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی عشق وعقیدت کا اظہار ہے ۔ علامہ بدر نے مدینہ شریف پر کئی منظومات پیش فرمائیں ہیں مثلا کھویا ہے مدینے میں ، آؤ چلیں طیبہ ، ان کے دیار میں ، نگارمدینہ ، تری گلی میں ، خیال مدینہ ، منظرِ طیبہ ، طیبہ سے بلایا ہے ، سوئے حبیب ، دربار رسول ، وغیرہ ۔

قطعات میں بھی حضرت بدر نے مدینہ کا ذکر کیا ہے اور شہر رسول سے عشق و وفا کا اظہار کیا ہے ۔ءقطعات بدر"میں" آرزوئے مدینہ" کے عنوان سے کئی قطعات ہیں جن میں مدینہ حاضری کی تمنا ، مدینہ کا تصور ، خواب آرزوے مدینہ کی تعبیر ملنے ، مدینہ حاضر ہونے اور مدینے کی عظمت و تقدیس و رفعت کا بہت ہی پر کیف ، شاعرانہ اور والہانہ بیان ہے ۔ جس میں اصلیت بھی ہے اور صداقت بھی۔ چند قطعات ملاحظہ کیجئے :۔

چھارہی ہیں گھٹائیں رحمت کی دل کی وادی ہری بھری ہو گی
دھڑکنیں کہہ رہی ہیں سینے کی شاید اس بار حاضری ہو گی

شوخ ایسی نہ تھی صبا پہلے نغمگی سے فضا میں چھائی ہے
بدر کانوں میں کہہ گیا کوئی حاضری کی نوید آئی ہے

مدینہ منورہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بدر کا ذوق فدائیت شباب پر ہوتا ہے ۔ مدینہ منورہ سے محبت کے مزید جلوے دیکھیے ۔

شوق نے ہچکیوں کی صورت لی دونوں آنکھوں میں اشک بھر آیا
سبز گنبد کا منظر پرنور جب نگاہوں کے سامنے آیا ہے (قطعات بدر)

خاک مدینہ اکسیر ہے ، روئے محبت کا غازہ اور سرمۂ تنویر ہے کحل بصر ہے وجہ ضیائے فکر و نظر ہے ۔

اے تراب مدینۂ اطہر | کاش میں تجھ سے رحمتیں پاؤں
جی میں آتا ہے خاک پر لوٹوں | دین و دنیا کی برکتیں پاؤں (قطعات بدر)

مدینہ منورہ کی عظمت و جلال اور عظمت و رفعت کا کس والہانہ انداز میں حضرت بدر بیان کرتے ہیں ۔

جلوہ گہِ محبوب وہ دربار مدینہ | انوار الٰہی کے وہ اٹھتے ہوئے نفحات
وہ روئے زمیں عرش بھی ہے جس پہ تصدق | اس ارض مقدس کی نرالی ہے ہر اک بات
توفیق دے جس دل کو خداوند تعالیٰ | انوار الٰہی کے وہ اٹھتے ہوئے نفحات (الرحیل)

علامہ بدر کے قلمی دیوان میں تین سلام شامل ہیں:۔

(۱) لاکھوں سلام

(۲) السلام

(۳) بند سلام

(۱)امام نعت گویا امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے سلام ''مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' کے طرز پر ہے ۔

سرور ہر دوعالم پہ لاکھوں سلام
فخر عیسی و آدم پہ لاکھوں سلام

مقطع میں دادا مرشد اعلی حضرت امام احمد رضا کے حوالے سے عرض کرتے ہیں ۔

بدر مرشد رضا کی زمیں میں سنا
اس کریم ومکرم پہ لاکھوں سلام

(۲) سلام بعنوان "السلام" ۱۴ بندوں پر مشتمل ہے ۔ ابتدا اس طرح ہوتی ہے ۔

السلام اے راز دار ذات ہو
السلام اے مظہر لا تقنطوا
ہم کو بھی خوشبوئے الفت سے نواز
ہے گل ہستی کا تو ہی رنگ و بو

(۳)سلام بعنوان "بند سلام" مختصر ہے ۔غزل کی ہیئت میں ہے ۵ بند یا ۵ اشعار پر مشتمل ہے ۔
ابتدا اس طرح ہوئی۔

یا حبیبی یا محمد مصطفیٰ
کیجئے مقبول یہ نذر گدا

سلام مختصر ہے ، لیکن یہ سلام عقیدت و محبت کے گلہائے رنگارنگ سے عطر بیز ہے ۔
المختصر حضور بدر ملت کی تقدیسی شاعری رنگِ حسان بن ثابت میں ڈوبی ہوئی اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی نیابت کر رہی ہے ۔

رضا کے افکار کی مہک سے ہوئیں معطر ہماری فکریں
ہماری نظروں سے گزرا جب بھی تمہارا دیوان بدرِ ملت

(تفسیر رضا امجدی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

فضائل و فوائد

- (۲۰) فضائل جمعہ
- (۲۱) توبہ و ندامت کی فضیلت
- (۲۲) فضائل صدقات
- (۲۳) عیادت کے فضائل و احکام

فضائلِ جمعہ

محمد سبطین رضا امجدی
طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

جمعہ کا دن ایک عظیم دن ہے۔ اللہ تعالی نے اس کے ساتھ اسلام کو عظمت دی۔ اور یہ دن مسلمانوں کے لیے خاص کردیا۔ فرمان الٰہی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ

ترجمہ: جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو جلدی کرو اللہ کے ذکر کی طرف اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ (سورہ جمعہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے جمعہ کے وقت دنیاوی شغل حرام قرار دیے ہیں اور ہر وہ چیز جو جمعہ کے لیے رکاوٹ بنے ممنوع قرار دی گئی ہے۔

جمعہ کی وجہ تسمیہ

عربی زبان میں اس دن کا نام عروبہ تھا، بعد میں جمعہ رکھا گیا اور سب سے پہلے جس شخص نے اس دن کا نام جمعہ رکھا وہ کعب بن لوی ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسے جمعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دن نماز کے لیے جماعتوں کا اجتماع ہوتا ہے۔

فضائل جمعہ احادیث کی روشنی میں

حضرت ابو لبابہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالی کے نزدیک عید الاضحی اور عید الفطر سے بڑا ہے۔ اس میں پانچ خصلتیں ہیں:

(۱) اللہ تعالی نے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔
(۲) اسی میں انہیں زمین پر اتارا۔
(۳) اسی میں انہیں وفات دی۔
(٤) اور اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ بندہ اس وقت جس چیز کا سوال کرے اللہ تعالی اسے دے گا، جب تک حرام کا سوال نہ کرے۔
(٥) اور اسی دن میں قیامت قائم ہو گی۔ کوئی مقرب فرشتہ، آسمان و زمین، ہوا، پہاڑ اور دریا ایسا نہیں کہ جمعہ کے دن سے ڈرتا نہ ہو- (۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا، اسے عذاب قبر سے بچا لیا جائے گا اور قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس پر شہیدوں کی مہر ہو گی- (۲)

جمعہ کی نماز چھوڑنے کی وعیدیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آئیں گے، یا اللہ ان کے دلوں پر مہر کر دے گا، پھر وہ غافلین میں سے ہو جائیں گے- (۳)

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی عذر کے بغیر تین جمعے چھوڑے وہ منافقین میں لکھ دیا گیا- (۴)

یا اللہ ہمیں جمعہ کے فضائل سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے-

---

(۱) (ابن ماجہ باب فی فضل الجمعہ) (۲) (حلیۃ الاولیاء)
(۳) (مسلم کتاب الجمعہ) (۴) (معجم الکبیر)

توبہ اور ندامت کی فضیلت

محمد ابوبکر امجدی گھوسی
جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو

دنیا کی فانی، چند روزہ، مطلب و خود غرضی کی زندگی، جس کی تمام آسائشیں اور لذتیں فانی ہیں، انسان ان پر فریفتہ ہو کر رب قدیر کی نافرمانی و ناراضگی کے کاموں میں مصروف رہتا ہے اور یہ انتہا درجے کی نادانی ہے۔ ہماری ہر سانس جوہرِ انمول ہے، حتیٰ کی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس کا مقابلہ ایک سانس جیسی نعمت سے بھی نہیں کیا جا سکتا۔ شیطان انسان کو لمبی امیدوں میں ڈال کر معصیات میں مبتلا کر کے توبہ و استغفار سے غافل کر دیتا ہے اور یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ جو ایمان پر ثابت قدم رہتے ہوئے توبہ و استغفار کرتا ہے اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہو جائے وہی کامیاب و کامران ہے۔ رب قدیر نے اہل ایمان کو اعمال صالحہ پر استقامت کے ساتھ ساتھ توبہ و استغفار کا بھی حکم فرمایا: وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمہ: اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔ **(پ۱۸، النور، آیت:۳۱)**

یعنی اے مسلمانو! جن باتوں کا تمہیں حکم دیا گیا اور جن سے منع کیا گیا اگر ان میں بشری تقاضے کی بنا پر تم سے کوئی تقصیر واقع ہوجائے تو تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس امید پر توبہ کرلو کہ تم فلاح پا جاؤ۔ **(خازن، النور، تحت الآیة: ۳۱، ۳/۳۵۰)**

انسان کو خلاف شریعت کام کرنے پر شرمندگی و ندامت ہو جائے تو یہ بھی توبہ ہے، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ** ترجمہ: ندامت توبہ ہے۔ **(سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد)**

اللہ رب العزت کو شرمندگی بڑی پسند ہے، رب قدیر کی بارگاہ میں ندامت بڑی مقبول ہے، گناہگار کے آنسو بڑے پیارے ہیں۔

ایسے پرفتن حالات میں کہ ارتکابِ گناہ بے حد آسان اور نیکی کرنا بے حد مشکل ہو چکا ہو اور نفس و شیطان ہاتھ دھو کر انسان کے پیچھے پڑے ہوں، انسان کا گناہوں سے بچنا بے حد دشوار ہے۔ لیکن یاد رکھیے! گناہوں کا انجام ہلاکت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ لہذا! اس سے پہلے کہ پیام اجل آ پہنچے اور ہم اپنے عزیز و اقربا کو روتا چھوڑ کر اور دنیا کی رونقوں سے منہ موڑ کر قبر کے ہولناک اور تاریک گڈھے میں ہزاروں

مردوں کے درمیان تنہا جا سوئیں ، ہمیں چاہیے کہ ان گناہوں سے چھٹکارے کی کوئی تدبیر کریں۔ اس کے لیے ضروری ہے ہم اپنے پروردگار ، ربِ کریم کی بارگاہ میں سچی توبہ کریں۔ کیونکہ سچی توبہ ایسی چیز ہے جو ہر قسم کے گناہ کو انسان کے نامہ اعمال سے دھو ڈالتی ہے۔ جیسا کہ قران پاک میں ربِ کریم کا فرمان ہے: وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ

ترجمہ: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔
(پ ۲۵ ، الشوری ، آیت: ۲۵ط)

یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت و فضل ہے کہ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور ان کے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور اس آیت میں توبہ کی قبولیّت کا مژدہ سنا کر گناہ کرنے والوں کو اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کی ترغیب دی گئ ہے۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ، اللہ تعالی فرماتا ہے: اے ابن آدم ! تو نے جب بھی مجھے پکارا اور مجھ سے رجوع کیا ، میں نے تیرے گناہوں کی بخشش کر دی

اور مجھے اس کی پرواہ نہیں اور اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں ، پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے ، تو میں تیری بخشش کر دوں گا اور میری ذات بے نیاز ہے۔ اے ابن آدم! اگر تیری مجھ سے ملاقات اس حالت میں ہو کہ تیرے گناہ پوری زمین کو گھیر لیں لیکن تو نے شرک کا ارتکاب نہ کیا ہو تو میں تیرے گناہوں کو بخش دوں گا۔ "
(جامع ترمذی، کتاب الدعوات)

تائب ہونے والے خوش نصیب کو گناہوں کی معافی کے ساتھ ساتھ دیگر فضائل بھی حاصل ہوں گے جن میں سے چند یہ ہیں:-

توبہ کرنے والا رب قدیر کا محبوب

قران کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

ترجمہ: بیشک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔ **(پ ۲، البقری، آیت ۲۲۲)**

توبہ کرنے والے سے اللہ رب العزت محبت فرماتا ہے۔ لہذا جسے توبہ کی توفیق مل جائے ، وہ سمجھ جائے کہ اللہ

رب العزت اس سے محبت فرماتا ہے، یہ اللہ رب العزت کی طرف سے بندے کے لیے عزت، اکرام اور قبولیت کی علامت ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرنے والے کی حوصلہ افزائی کریں، اس سے اللہ رب العزت کی رحمت، مغفرت اور بخشش کا یقین دلائیں، ساتھ ہی ساتھ اس کی عزت و تکریم بھی کریں۔

توبہ کرنے والا رحمت الٰہی کا مستحق

اللہ کریم قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے: اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓىٕكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا

ترجمہ: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی ہی دیر میں توبہ کرلیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (پ۴، النساء، آیت:۱۷)

اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت ہے کہ گناہ کے بعد توبہ کرنے پر معاف فرما دیتا ہے اور موت کے وقت تک توبہ قبول

فرماتا ہے۔یہاں فرمایا گیا کہ جو گناہ کرکے تھوڑی دیر میں توبہ کرلیں تو یہاں تھوڑی دیر سے مراد ایک آدھ گھنٹا یا دو چار سال نہیں بلکہ موت سے پہلے جب بھی توبہ کرلی وہ قریب ہی شمار ہوگی۔ ہاں جب موت کا عالم طاری ہوجائے اور غیب کا معاملہ ظاہر ہوجائے تو اس وقت توبہ مقبول نہیں۔

اللہ تعالی کی رحمت کے دروازے ہر اس بندے کے لیے کھلے ہیں ، جو اس کی بارگاہ میں سچی توبہ کرے۔ حضرت سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آقائے کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوبَ مُسِیْءُ النَّھَارِ، وَیَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھارِ لِیَتُوبَ مُسِیْءُ اللَّیلِ حتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِن مَغْرِبِھا

ترجمہ: اللہ رب العزت رات بھر اپنے دست رحمت کو پھیلائے رکھتا ہے ؛ تاکہ دن میں گناہ کرنے والا رات میں توبہ کر لے اور دن بھر دست رحمت پھیلائے رکھتا ہے ؛ کہ رات میں گناہ کرنے والا دن میں توبہ کر لے ، یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔ **(صحیح مسلم، کتاب التوبة)**

یعنی قیامت قائم ہونے سے پہلے اس نشانی کے ظاہر

ہونے تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ہم گناہ گاروں پر یہ اللہ رب العزت کی بہت بڑی رحمت ہے۔

اور ایک مقام پر اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ: جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو اللہ اپنی مہربانی سے اس پر رجوع فرمائے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ٦، المائدہ، آیت:۳۹)

توبہ نہایت نفیس شے ہے۔ کتنا ہی بڑا گناہ ہو اگر اس سے توبہ کرلی جائے تو اللہ تعالیٰ اپنا حق معاف فرما دیتا ہے اور توبہ کرنے والے کو عذابِ آخرت سے نجات دے دیتا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ جس گناہ میں کسی بندے کا حق بھی شامل ہو وہاں توبہ کیلیے ضروری ہے کہ اس بندے کے حق کی ادائیگی بھی ہو جائے۔

برائیوں کا نیکیوں میں تبدیل ہونا

توبہ کی ایک بہت بڑی اور بہت پیاری فضیلت ہے اور بڑی حیرت انگیز فضیلت ہے ، اللہ تعالی قران پاک میں ارشاد

فرماتا ہے: اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

ترجمہ: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ **(پ۱۹، الفرقان، آیت:۷۰)**

یعنی جو شخص شرک ، ناحق قتل ، زنا اور دیگر کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے ، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّى اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے اور توبہ کے بعد نیک کام کرے تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

مفسرین نے برائیوں کو نیکیوں سے بدل دینے کے مختلف معنی بیان فرمائے ہیں ، ان میں سے تین معنی درج ذیل ہیں:-

(۱) اس کا معنی یہ ہے کہ برائی کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے نیکی کرنے کی توفیق دیدے گا۔

(۲) اس کا یہ معنی ہے کہ برائیوں کو توبہ سے مٹا دے گا اور ان کی جگہ ایمان و طاعت وغیرہ نیکیاں ثبت فرمائے

گا۔

(۳) اس کا یہ معنی ہے کہ آیت میں بیان کیے گئے اوصاف سے مُتَّصِف لوگوں سے حالتِ اسلام میں جو گناہ ہوئے ہوں گے انہیں قیامت کے دن اللہ تعالی نیکیوں سے بدل دے گا۔ (مدارک، الفرقان)

سرور عالم ، نور مجسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ

ترجمہ: گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ (السنن الکبری)

کبھی دنیا میں بھی ایسا سنا کہ کوئی بندہ اپنی خطا سے معافی مانگے ، اپنی خطا کا اقرار و اعتراف کرے تو یہ تو ہوتا ہے کہ اس کو معاف کر دیا جاتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے معافی مانگنے سے اور ان غلطیوں اور گناہوں سے رجوع کرنے کی وجہ سے اس کو اب انعام دیا جائے لیکن رب کریم ہے ، رب رحمن ہے ، رب کی رحمت کے خزانے وسیع ہیں۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے بندہ توبہ کرتا ہے اللہ تعالی اس کے گناہوں کو اور برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔

دخول جنت کا انعام

قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًاؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہوجائے قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اُتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں۔ **(پ۲۸، التحریم، آیت:۸)**

یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی سچی توبہ کرو جس کا اثر توبہ کرنے والے کے اَعمال میں ظاہر ہو اور اس کی زندگی طاعتوں اور عبادتوں سے معمور ہوجائے اور وہ گناہوں سے بچتا رہے۔اور ارشاد فرمایا: قریب ہے کہ تمہارا رب توبہ قبول فرمانے کے بعد تمہاری برائیاں تم سے مٹا دے اور قیامت کے دن تمہیں ان باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

اور ایک مقام پر اللہ رب العزت قران مجید میں ارشاد فرمایا: کہ نمازیں ضائع کرنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بجائے

گناہوں کو اختیار کرنے والے تو جہنم کی خوفناک وادی غی میں جائیں گے مگر جنہوں نے کفر و شرک اور دیگر گناہوں سے توبہ کر لی اور کفر کی جگہ ایمان کو اختیار کیا اور اس کے بعد نیک کام کئے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی اور ان کے اعمال کی جزا میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔

(روح البیان، مریم، تحت الآیۃ: ۶۰، ۵/ ۳۴۵)

عذاب جہنم سے رہائی

اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْاۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ رَبَّنَا

ترجمہ: وہ جو عرش اُٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور اس پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں اے رب ہمارے تیرے رحمت و علم میں ہر چیز کی سمائی ہے تو انہیں

بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے اے ہمارے رب۔

(پ۲٤،المؤمن،آیت:۷-۸)

ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ عرش اٹھانے والے فرشتے جو بارگاہِ الٰہی میں خاص قرب اور شرف رکھتے ہیں نیز عرش کے ارد گرد موجود وہ فرشتے جو عرش کا طواف کر رہے ہیں ، یہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور سُبْحَانَ اللہ وَبِحَمْدِہٖ کہتے ہیں اور یہ فرشتے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے اور اس کی وحدانیّت کی تصدیق کرتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے بخشش مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس طرح عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ ، تیری رحمت اور علم ہر شے سے وسیع ہے ، تو انہیں بخش دے جو اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور تیرے دین اسلام کے راستے کی پیروی کریں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

توبہ اور استغفار سے دل اور بدن کو طاقت ملتی ہے ، ایمان مضبوط ہوتا ہے اور دل و دماغ کو پاکیزگی نصیب ہوتی ہے۔ توبہ سچی ہونی چاہیے ، اپنے جرم و گناہ کا اعتراف ہو ، اس

پر ندامت ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عہد ہو ، ایسی توبہ کا اثر یہ ہوگا کی بندے سے کفر ، فسق ، حقوق اللہ اور حقوق العباد وغیرہ میں کوتاہی اور تمام برے اعمال و افعال چھوٹ جائیں ، نیک کاموں کی عادت پڑ جائے گی۔ سچی توبہ کو توبہ نصوحہ کہتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ جب بھی ہم سے کوئی خطا و گناہ ہو جائے تو اپنے رب کریم کی بارگاہ میں توبہ کریں اور نیک کاموں میں لگ جائیں۔

فضائل صدقات

ثاقب رضا امجدی گھوسی
طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (پ البقرۃ: ۲،۳)

ہدایت ہے ڈر والوں کو وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔

صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا مفتی سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آیتِ مبارکہ کے اس حصے (وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ) کے تحت فرماتے ہیں: راہِ خدا میں خرچ کرنے سے یا زکوٰۃ مراد ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ یا راہِ خدا میں مطلقاً خرچ کرنا مراد ہے چاہے فرض و واجب ہو جیسے زکوٰۃ، نذر، اپنا اور اپنے اہل کا نفقہ وغیرہ چاہے مستحب جیسے صدقاتِ نافلہ اور اموات کا ایصالِ ثواب۔

مسئلہ: گیارہویں، فاتحہ، تیجہ، چالیسواں بھی اس میں داخل ہیں کہ وہ سب صدقاتِ نافلہ ہیں۔ (خزائن العرفان، ص ۴)

صدقہ کی تعریف: صدقہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز اللہ عزوجل کی راہ میں دی جائے اور اس کے ذریعے لوگوں میں اپنی واہ واہ کرانا مقصود نہ ہو، بلکہ اللہ عزوجل کی بارگاہ سے اجر و ثواب حاصل کرنے کی نیت کی جائے۔ (کتاب التعریفات، باب الصاد، ص ۹۴)

صدقہ کی تعریف کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہوا کہ حقیقی صدقہ وہی ہے جس سے مقصود ریاکاری اور لوگوں میں اپنی واہ واہ نہ ہو بلکہ وہ صرف اور صرف اللہ عزوجل کہ رضا و خوشنودی اور اس کی طرف سے ملنے والے ثواب کو حاصل کرنے کی غرض سے دیا گیا ہو۔ انسان کوئی چیز اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرنے کے لیے صدقہ کر رہا ہو وہ کارآمد ہونے کے ساتھ ساتھ اچھی، بہترین اور مرغوب و پسندیدہ بھی ہونی چاہیے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝ (پ ۴، آل عمران، آیت ۹۲)

تم ہرگز بھلائی کو نہ پہونچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔

صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہاں خرچ کرنا عام ہے، تمام صدقات یعنی واجبہ ہوں یا نافلہ سب

اس میں داخل ہیں۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ جو مال مسلمانوں کو محبوب ہو اور اسے رضائے الٰہی کے لیے خرچ کرے، وہ اس آیت میں داخل ہے چاہے ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شَکَر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے، ان سے کہا گیا: اس کی قیمت ہی کیوں نہیں صدقہ کر دیتے ہیں؟ فرمایا: شَکَر مجھے محبوب و مرغوب ہے، یہ چاہتا ہوں کہ راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ کروں،

اللہ تبارک و تعالیٰ خود ہمیں اپنا محبوب ترین مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے، لہذا ہمیں چاہیے کہ کنجوسی سے کام لینے کے بجائے اچھی نیتوں اور اخلاص کے ساتھ صدقہ و خیرات کیا کریں۔ ظاہر ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ وہ اللہ عزوجل ہی کا دیا ہوا ہے۔ لہذا اسی کے دیے ہوئے مال میں اس کی رضا کے لیے صدقہ کرنا یقیناً نعمتوں میں مزید اضافے کا باعث ہو گا، جبکہ اس کے برعکس قدرت کے باوجود صدقہ و خیرات سے ہاتھ روک لینا اللہ عزوجل کی طرف سے ملنے والی نعمتوں سے محرومی کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاتھ نہ روکو ورنہ تم سے بھی روک لیا جائے گا۔ (بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب التحریض علی الصدقہ)

صدقے کی مختلف صورتیں:

راہِ خدا میں خرچ کرنا ہی صدقہ نہیں ہے بلکہ ترمذی شریف کی ایک حدیث میں حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقے کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

تَبَسُّمُکَ فِي وَجْهِ اَخِيْکَ لکَ صَدَقَةٌ۔ یعنی تمہارا اپنے بھائی کے لئے مسکرانا بھی صدقہ ہے۔

وَاِرْشَادُکَ الرَّجُلَ فِي اَرْضِ الضَّلَالِ لکَ صَدَقَةٌ۔ یعنی بھٹکے ہوئے کی رہنمائی کرنا بھی صدقہ ہے۔

وَبَصَرُکَ للرَّجُلِ الرَّدِيْءِ الْبَصَرِ لکَ صَدَقَةٌ۔ یعنی کمزور نگاہ والے کی مدد کرنا بھی صدقہ ہے۔ (سنن ترمذی)

اور ان اعمال کے علاوہ کسی کو قرض دینا بھی صدقہ ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کُلُّ قَرْضٍ صَدَقَةٌ۔ یعنی ہر قرض صدقہ ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل فی القرض)

برکتِ صدقات فرامین مصطفیٰ:

اَلصَّدَقَةُ تَسُدُّ سَبْعِيْنَ بَابًا مِّنَ السُّوْءِ۔ صدقہ برائی کے ستر

دروازے بند کرتا ہے۔ (روح البیان، البقرۃ، تحت الآیۃ: ٢٦٥)

اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ۔ بیشک صدقہ رب کے غضب کو بجھاتا اور بری موت کو دفع کرتا ہے ۔
(ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصدقة)

اِنَّهَا حِجَابٌ مِّنَ النَّارِ لِمَنِ احْتَسَبَهَا يَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ
جو اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر صدقہ کرے تو وہ اس کے اور آگ کے درمیان پردہ بن جاتا ہے۔ (المجمع الزوائد، کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقة)

اللہ عزوجل ہمیں احسان جتانے اور طعنہ زنی جیسی آفات سے بچتے ہوئے اپنے رضا کے لیے صدقہ و خیرات کرنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین بجاہِ النّبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عیادت کے فضائل واحکام

محمد عمر غزالی امجدی گھوسی
جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو

دین متین جس طرح ہم کو خوشیوں میں دوسروں کا ساتھ دے کر ان کی خوشیاں بڑھانے کی ترغیب دیتا ہے،اسی طرح دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھنے ، اس میں شریک ہونے اوراس کے ازالے کی کوشش کرنے کی تلقین کرتاہے ، ایک مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان بھائی کو بیماری وپریشانی میں مبتلا دیکھ کر اس کے اندر رحم کے جذبات ابھریں اور اس کی مصیبت کا اسے بھی احساس ہو ، یقینا ایک مسلمان کا دوسروں کی تکلیف کا احساس کرکے دل جوئی اور دل داری کی خاطر اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر عیادت کرنے میں اُس فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا عملی اظہار ہوتا ہے کہ جس میں تمام مسلمانوں کوایک جسم کی مانند قرار دیا گیا ہے۔

عیادت اور مزاج پرسی سے آپسی تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے ، ایک دوسرے کے تیئں ہم دردی اور غم خواری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں ، مریض ، اس کے اہل خانہ اور رشتہ داروں کے دل میں عیادت کرنے والے کی محبت پیدا ہوتی ہے اور اتحاد و یگانگت کی ایک اچھی فضا قائم ہوتی ہے ،گویا سماجی اور دینی دونوں ضرورتیں اس سے پوری ہوتی ہیں ، اگر بیماری کے علم کے باوجود مریض کی عیادت نہ کی جائے اور اس کی طرف بالکل توجہ نہ دی جائے ، تو آپس میں عداوت ،کدورت اور نفرت اور کم از کم بدگمانی پیدا ہو تی ہے۔

عیادت کے احکام ومسائل

مریض کی عیادت کرنا سنت ہے۔
اگر معلوم ہے کہ عیادت کو جائے گا تو اس بیمار پر گراں گزرے گا تو ایسی حالت میں عیادت نہ کرے۔
عیادت کو جائے اور مرض کی سختی دیکھے تو مریض کے سامنے یہ ظاہر نہ کرے کہ تمھاری حالت خراب ہے اور نہ سر ہلائے جس سے حالت کا خراب ہونا سمجھا جاتا ہے ، اس کے سامنے ایسی باتیں کرنی چاہیے جو اس کے دل کو بھلی معلوم ہوں ، اس کی مزاج پرسی کرے اس کے سر پر ہاتھ نہ رکھے مگر جبکہ وہ خود اس کی خواہش کرے۔
فاسق کی عیادت بھی جائز ہے ، کیونکہ عیادت حقوق اسلام سے ہے اور فاسق بھی مسلم ہے۔ یہودی یا نصرانی اگر ذمی ہو تو اس کی عیادت بھی جائز ہے۔
مجوسی کی عیادت کو جائے یا نہ جائے اس میں علما کو اختلاف ہے یعنی جبکہ یہ ذمی ہو۔ ہنود مجوس کے حکم میں ہیں ، ان کے احکام وہی ہیں جو مجوسیوں کے ہیں ، اہلِ کتاب جیسے ان کے احکام نہیں۔ ہندوستان کے یہودی ، نصرانی ، مجوسی ، بت پرست ان میں کوئی بھی ذمی نہیں۔ (بہارشریعت)

عیادت کے فضائل

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چند حقوق ہیں ۔ جیسا کہ بخاری و مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم فرماتے ہیں! مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں:

- (۱) سلام کا جواب دینا
- (۲) مریض کے پوچھنے کو جانا
- (۳) جنازے کے ساتھ جانا
- (٤) دعوت قبول کرنا
- (٥) چھینکنے والے کا جواب دینا (یعنی چھینکنے والا جب الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا) (صحیح بخاری، کتاب الجنائز)

بخاری و مسلم ثوبان رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں! "مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کو گیا تو واپس ہونے تک ہمیشہ جنت کے پھل چننے میں رہا"۔ (صحیح مسلم، کتاب البر)

صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ عزوجل روزِ قیامت فرمائے گا: "اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تُو نے میری عیادت نہ کی، عرض کرے گا، تیری عیادت کیسے کرتا تُو رب العالمین ہے (یعنی خدا کیسے بیمار ہو سکتا ہے کہ اس کی عیادت کی جائے) فرمائے گا: کیا تجھے نہیں معلوم کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اوراس کی تُو نے عیادت نہ کی، کیا تُو نہیں جانتا کہ اگر اس کی عیادت کو جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا اور فرمائے گا: اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تُو نے نہ دیا عرض کرے گا تجھے کس طرح کھانا دیتا تُو تو رب العالمین ہے فرمائے گا: کیا تجھے نہیں

معلوم کہ میرے فلاں بندہ نے تجھ سے کھانا مانگا اور تونے نہ دیا کیا تجھے نہیں معلوم کہ اگر تُو نے دیا ہوتا تو اس کو (یعنی اس کے ثواب کو) میرے پاس پاتا، فرمائے گا: اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تو نے نہ دیا، عرض کرے گا، تجھے کیسے پانی دیتا تُو تو رب العالمین ہے فرمائے گا: ”میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تُو نے اسے نہ پلایا، اگر پلایا ہوتا تو میرے یہاں پاتا۔“

(صحیح مسلم، کتاب البر)

ابو داؤد و ترمذی امیر المومنین مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو” مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کے لیے صبح کو جائے تو شام تک اس کے لیے ستّر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں اور شام کو جائے تو صبح تک ستّر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہوگا۔

(جامع ترمذی، ابواب الجنائز)

ابن حبان اپنی صحیح میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پانچ” چیزیں جو ایک دن میں کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جنتیوں میں لکھ دیگا

(۱) مریض کی عیادت کرے۔

(۲) جنازہ میں حاضر ہو۔

(۳) روزہ رکھے۔

(۴) جمعہ کو جائے۔

(۵) غلام آزاد کرے۔“

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان)

معاذ بن جبل اور ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے،

کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پانچ" چیزیں ہیں کہ جوان میں سے ایک بھی کرے، اللہ عزوجل کے ضمان میں آجائے گا۔

(۱) مریض کی عیادت کرے۔

(۲) یا جنازہ کے ساتھ جائے۔

(۳) یا غزوہ کو جائے۔

(۴) یا امام کے پاس اس کی تعظیم و توقیر کے ارادہ سے جائے۔

(۵) یا اپنے گھر میں بیٹھا رہے کہ لوگ اس سے سلامت رہیں اور وہ لوگوں سے۔" ("المسند" للامام احمد بن حنبل) (ماخوذ از بہار شریعت)

عیادت کے آداب

جس طرح ہر عبادت کے کچھ نہ کچھ آداب اور طریقے ہیں اسی طرح عیادت کے لیے بھی شریعت نے کچھ آداب اور طریقے بیان کیے ہیں۔

ذیل میں کچھ آداب و طریقے ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱) اللہ کی رضا اور ثواب کی نیت سے عیادت کی جائے، جاہ ومنصب، مال ومنال کی رعایت، یا ترک عیادتِ پر ملامت سے بچنے کی غرض سے عیادت نہ کی جائے۔

(۲) جب کسی مریض کی عیادت کو جائے تو یہ دعا پڑھے۔

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ الله تَعَالٰی۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب بحوالہ بہار شریعت)

"یعنی کوئی حرج کی بات نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مرض گناہوں سے پاک کرنے والا ہے۔"

کیوں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب کسی مریض کی عیادت کو تشریف لے جاتے تو یہ دعا ضرور پڑھتے۔

(۳) عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب" کوئی مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کو جائے تو سات بار یہ دُعا پڑھے:

اَسْئَالُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ اَنْ یَّشْفِیْکَ۔

اگر موت نہیں آئی ہے تو اُسے شفا ہو جائے گی۔" (سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز)

(٤) مریض کے سامنے اس کو خوش کرنے والی باتیں کی جائیں، ایسی باتیں نہ کی جائیں جو اس کے دل کو تکلیف پہنچانے والی ہوں، یا اس کے فکر و اندیشے میں اضافہ کرنے والی ہوں، مریض کو تسلی دے اور کہے ان شاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے، کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

(٥) مریض کو صحت و تن درستی اور زندگی کی امید دلائے، مریض کو ناامید بنانے والی گفتگو سے احتراز کرے۔

(٦) مریض کے پاس زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ بعض مرتبہ مریض کو آرام یا بعض خاص ضروریات کی تکمیل کا تقاضا ہوتا ہے، بیمار اور تیماردار مہمان کے واپس ہونے کے انتظار میں رہتے ہیں، زبان سے کہہ نہیں سکتے، جس کی وجہ سے ان لوگوں کو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، اس لیے مریض اور تیمارداروں سے چند تسلی کے کلمات کہہ کر چلے آنا چاہیے، البتہ اگر مریض خود خواہش مند ہو اور اہل خانہ کو بھی کوئی زحمت نہ ہو تو دیر تک بیٹھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(٧) جب عیادت کے لیے جائے، تو مریض سے دعا کی درخواست کرنی چاہیے؛ اس لیے کہ مریض کی دعا قبول ہوتی ہے۔

(۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تُو مریض کے پاس جائے تو اس سے کہہ کہ تیرے لیے دُعا کرے کہ اس کی دُعا دُعائے ملائکہ کی مانند ہے۔ (سنن ابن ماجہ، أبواب ماجاء في الجنائز، باب ماجاء في ثواب من عاد مريضا بحوالہ بہار شریعت)

(۹) عیادت کے لیے مناسب وقت میں جائے، کیوں کہ بعض اوقات مریض اور تیمار دار کو آرام یا دیگر ضروریات درپیش ہوتی ہیں، اگر ان اوقات میں عیادت کو جائے تو مریض اور اس کے اہل خانہ کی تکلیف کا باعث ہوگا۔
اس لیے ان امور کا لحاظ رکھنا از حد ضروری ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں مسلمانوں کے باہمی حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

مناقب

- (۲۴) منقبت اعلی حضرت
- (۲۵) منقبت حضور شارح بخاری
- (۲۶) منقبت حضور بدر ملت
- (۲۷) منقبت فخر مشرق حضور بدر ملت

منقبت اعلیٰ حضرت

تفسیر رضا امجدی گھوسوی
طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

عشق کے گلشن و گلزار ہیں اعلیٰ حضرت
بزمِ عشاق کی مہکار ہیں اعلیٰ حضرت

ہر طرف ان کی جھلک، ان کی چمک، ان کی دمک
نورِ سرکار سے ضوبار ہیں اعلیٰ حضرت

قصرِ باطل کو ہلا دیتا ہے ان کا اک وار
خنجرِ حیدرِ کرار ہیں اعلیٰ حضرت

ہیں سخنور، ہیں مدبر، ہیں مفکر، ہیں ادیب
اہلِ فنکار کے سردار ہیں اعلیٰ حضرت

ہم کو گمراہ نہ کر پائیں گے باطل فرقے
اہلِ سنت کے مددگار ہیں اعلیٰ حضرت

داستاں عشق و وفا کی وہ سناتے ہیں سدا
عشقِ سرکار کے شہکار ہیں اعلیٰ حضرت

جس کی اونچائی کبھی ناپ نہ پائے گا کوئی
علم و حکمت کا وہ مینار ہیں اعلیٰ حضرت

شکر ہے رب کا اے تفسیرؔ ہوں میں بھی رضوی
میرے دلبر میرے دلدار ہیں اعلیٰ حضرت

منقبت حضور شارح بخاری

تفسیر رضا امجدی گھوسوی
طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

مرتبہ ہوا اعلیٰ شارحِ بخاری کا
ہر زباں پہ ہے چرچا شارِحِ بخاری کا

اعتماد کرتے تھے ان پہ مفتیِ اعظم
مُعتمد ہے ہر فتویٰ شاری بخاری کا

ان کا فیض ہے جاری شکلِ نزہت القاری
ہم پہ فضل ہے کتنا شارح بخاری کا

ان کو تولہ چاندی سے وقت کے اکابر نے
سوچو کیسا ہے رتبہ شارح بخاری کا

دستِ کفر و باطل کو پل میں کانٹ دیتا ہے
مثلِ تیغ ہے خامہ شارح بخاری کا

بزمِ علم و حکمت میں محفلِ عقیدت میں
رنگ ہے جداگانہ شارح بخاری کا

مثلِ مہر و مہ چمکا بزمِ علم و فن میں وہ
جس نے پایا ہے ذرّہ شارح بخاری کا

سنتِ نبی پر وہ عمر بھر رہے قائم
کیا ہی خوب ہے تقوی شارح بخاری کا

وہ فقیہِ اعظم ہیں ، بزمِ فقہ میں تفسیرؔ
ثانی مل نہیں سکتا شارح بخاری کا

منقبت حضور بدر ملت

تفسیر رضا امجدی گھوسوی
طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

علم کے کوہِ گراں ہیں میرے بدر القادری
فن کے بحرِ بیکراں ہیں میرے بدر القادری

پھول تو ہے پھول جس میں خار بھی ہے مشکبار
عشق کا وہ گلستاں ہیں میرے بدر القادری

ان کی شہرت ان کی عزت دہر میں ہے چارسو
مصطفیٰ کا ارمغاں ہیں میرے بدر القادری

ان کی ہر اک بات ہے آئینۂ عشق و وفا
حافظ دیں کی زباں ہیں میرے بدر القادری

ان سے الفت ان کی مدحت ہے مرا اک مشغلہ
میرا دل اور میری جاں ہیں میرے بدر القادری

مفتی و عالم ، مقرر ، فلسفی و منطقی
قصرِ فن میں ضوفشاں ہیں میرے بدر القادری

ان کا نقشِ پا بنا راہِ ہدایت کا چراغ
منزلِ حق کا نشاں ہیں میرے بدر القادری

مسلکِ احمد رضا خاں کے یقیناً سنیو!
ایک سچے ترجماں ہیں میرے بدر القادری

ان کے دم سے ہے مرا تفسیرؔ عالم میں وقار
میری عزت میری شاں ہیں میرے بدر القادری

منقبت فخر مشرق حضور بدر ملت

فیض رضا امجدی گھوسی
جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو

ہیں میرے رضا کی رِضا بدر ملت
شہ انبیاء کی عطا بدر ملت

ہر عاشق کے دل کی صدا بدر ملت
ہیں زخمی دلوں کی دوا بدر ملت

ملی ان سے کتنوں کو راہِ ہدایت
ہیں فیضِ دیارِ رضا بدر ملت

عطاؤں کی خیرات سے کاسہ بھر دے
کھڑا ہے یہ منگتا تِرا بدر ملت

جسے دیکھ کر خود خدا یاد آئے
خدا کی ہے ایسی عطا بدر ملت

عطا کر دے نوری کا صدقہ اے مرشد
ترِے در پہ آیا گدا بدر ملت

بکھیری ہیں دینِ نبی کی شعائیں
ہیں نوری میاں کی ضیا بدر ملت

بجھا تشنگی فیضِ خستہ کے دل کی
مئے عشق و اُلفت پلا بدر ملت

AMJADIMISSION